

پاکستانی پوائنٹ
www.pakistaniPoint.com
مظہر کلیم

لاکاپاتا

عمران سیریز



مظہر کلیم

حصہ دوم

ناول کے تمام کردار، واقعات اور نام فرضی ہیں کسی سے
مطابقت محض اتفاقیہ تصور ہوگی۔ جس کیلئے
پبلشرز اور مصنف بری الذمہ ہوں گے۔

ناشر ——— محمد شاہ جہان
مصنف ——— اظہر کلیم
پیش کار ——— عامر چوہان
اہتمام ——— صوفی محمد یٰسین
قیمت ——— ۵۰/۶ روپے
تزئین ——— امین راہی
پرنٹرز ——— نیازی پرنٹنگ پریس لاہور
تعداد ——— گیارہ سو
ڈیزائنر ——— شمس ملتان

رُوبی پبلی کیشنز حبیب بنک بلڈنگ اردو بازار لاہور

عمران دی ایکٹو سیریز ہنگامہ خیز شاہکار



روبی پبلی کیشنز
اردو بازار
لاہور

آسمان کی نیلگوں چادر کالی ہوتی چلی گئی۔ بادلوں کے سرکش ٹکڑے خوفناک گڑگڑاہٹ کی آوازیں نکالتے کسی نامعلوم منزل کی طرف رواں دواں تھے۔
بادلوں کے تصادم سے پیدا ہونے والی بجلی کی چمک دار لکیریں بادلوں کے تاریک پردوں کو چند لمحوں کے لیے چیر کر پھر انہی تاریکیوں میں معدوم ہو جاتیں۔
پھر بارش ہونے لگی۔
تھوڑی ہی دیر بعد سارے شہر پر سخت سردی کا راج تھا۔
لوگ اپنے اپنے گھروں میں انگیٹھیاں سلگائے لحافوں میں دبک کر سونے میں مصروف تھے۔
شدید سردی اور نہ رکنے والی بارش نے سڑکوں کو سرِ شام ہی سنسان کر دیا جبکہ

رات کے اس پہر ہر طرف ہُو کا سا عالم طاری تھا۔

میونسپلٹی کے استادہ الیکٹرک پولز اگرچہ روشن تھے لیکن ان کی دھندلی روشنی دھند میں لپٹی ہوئی بے پناہ تاریکی اور موسلادھار بارش کے سامنے بھیک مانگتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔

گریشیا کاؤنٹر بند کر کے اپنے کمرے میں آگئی۔

آتے ہوئے اس نے جمال کے کمرے کی طرف بھی چکر لگایا لیکن نہ جانے کیوں وہ اس کے دروازے سے ہی واپس لوٹ آئی۔

سردی ہڈیوں میں گھسی جا رہی تھی شاید اس لیے اس نے جمال کو بے آرام کرنا مناسب خیال نہیں کیا۔

اس کے ذہن میں جمال کے نام آیا ہوا وہ پارسل گھوم رہا تھا جسے پا کر وہ خوشی سے کھل اٹھا تھا۔ ہمیشہ بجھا بجھا سا رہنے والا جمال اس وقت کس قدر خوبصورت دکھائی دے رہا تھا۔

کمرے میں آکر اس نے ہیٹر جلا لیا اور مسہری پر بیٹھ گیا۔

گریشیا کے دل میں گدگدی سی ہونے لگی۔

دیوار گیر کلاک نے نہ جانے رات کے کتنے گھنٹے بجائے وہ بے خیالی سے چونک کر اٹھ گئی۔

کپڑے بدلے اور تھکے تھکے انداز میں مسہری پر گر گئی۔

لحاف اوڑھ کر اس نے نگاہیں ہیٹر کے جلتے ہوئے سپرنگ پر گاڑ دیں اور جمال کے بارے میں سوچنے لگی۔

باہر ہوا کے جھکڑ چل رہے تھے۔

بار بار کھڑکی سے ٹکراتی ——— سنسناتی ہوئی ہوا کا غصہ جیسے آج رات پورے عروج پر تھا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے خون آشام بدروحیں شکار کی تلاش میں اس وقت دیواروں اور کھڑکیوں کو توڑ کر گھروں میں گھسنے کا ارادہ رکھتی ہوں۔

نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔

اچانک۔

دھیمی ——— دھیمی سی چاپ ——— جیسے کوئی راہداری میں چل رہا ہو۔

کون ہو سکتا ہے۔؟

گریشیا کے ذہن میں فوراً ہی یہ خیال آیا۔

اتنی سردی میں کہیں جمال تو باہر نہیں جا رہا۔ ایک خیال اس کے ذہن میں پیدا ہوا اور وہ بے چین ہو کر اٹھ گئی۔

مسہری کے نیچے رکھے ہوئے سلیپر تلاش کرنے میں اسے کوئی وقت نہیں ہوئی کیونکہ کمرے میں جلتے ہوئے ہیٹر کی وجہ سے پھیکی پھیکی سی روشنی پورے کمرے میں پھیل رہی تھی۔

راہداری میں قدموں کی ہلکی ہلکی چاپ اس وقت بھی سنائی دے رہی تھی۔

یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی دبے پاؤں چل رہا ہو

گریشیا نے محسوس کیا کہ کوئی سیڑھیاں چڑھ کر آیا ہے۔ اور راہداری میں چلتا ہوا ان کمروں کی طرف جا رہا ہے جن کی کھڑکیاں سرائے کے عقب میں کھلتی تھیں۔

اس وقت کون ہوسکتا ہے ـــــــ؟

اس کا دل دھڑکنے لگا اور پھر ایک دلفریب مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر مچل گئی۔ ضرور یہ خبطی پرنس ہوگا۔

لیکن جلد ہی اس کے ذہن نے اس خیال کی تردید کر دی۔

وہ دبے پاؤں دروازے تک آئی۔

بے آواز طریقے سے چٹخنی گرائی اور دروازے میں ہلکی سی جھری پیدا کر کے راہداری میں جھانکا۔

ایک تاریک سا سایہ راہداری میں لہرا رہا تھا۔

وہ دم بخود کھڑی اس پراسرار سائے کو دیکھتی رہی جو راہداری میں آگے بڑھتا چلا جا رہا تھا۔

راہداری کا بلب وہ جلتا چھوڑ کر اپنے کمرے میں آئی تھی لیکن اس وقت وہ بلب بجھا ہوا تھا جس کی وجہ سے راہداری تاریک تھی۔ بلب کیوں بجھا ہوا ہے ـــــــ؟

پراسرار سایہ حرکت کرتا ہوا ایک دروازے کے سامنے رک گیا۔

گریشیا کا دل بری طرح دھڑکنے لگا۔

اگرچہ اس وقت وہ معمولی سے سلیپنگ سوٹ میں ملبوس تھی تاہم شدید سردی کے باوجود اس کی پیشانی پر پسینہ بڑھتا جا رہا تھا۔

اس نے اندھیرے کے باوجود یہ پہچان لیا کہ پراسرار سایہ جمال کے کمرے کے سامنے کھڑا ہے۔ پھر اس نے دروازہ کھلتے دیکھا۔ ہلکی ہلکی دستک کی آوازیں

اس نے ضرور سُنی تھیں لیکن اس اجنبی سیاہ ہیولے کی موجودگی کے احساس نے اس کی تمام تر توجہ اپنی طرف کھینچ رکھی تھی۔ اس لیے دستک کی دھیمی آوازیں اسے یاد نہ رہ سکیں۔

دروازہ کھلا۔

وہ پراسرار سایہ اندر رینگ گیا۔

معمولی سی روشنی جو دروازہ کھلنے کی وجہ سے ہوئی تھی اس میں گریشیا اس سائے کو صرف ایک نظر دیکھ سکی اور پھر وہ اندر چلا گیا۔

وہ ایک بہت ہی دبلا پتلا سیاہ لباس میں ملبوس شخص تھا۔ اتنا دبلا کہ گریشیا نے اپنی زندگی میں پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ بالکل لاٹھی کی طرح تنا ہوا۔ اس کا دل اور تیزی سے دھڑکنے لگا۔

نہ جانے کیوں اس کے دل میں یہ خواہش بری طرح طوفان اٹھانے لگی کہ اسے جمال کے کمرے میں جھانک لینا چاہیئے۔

چند لمحے وہ اپنی اس خواہش سے نبرد آزما رہی پھر شاید بے قابو ہو کر راہداری میں نکل آئی۔

سلیپروں کی وجہ سے شٹر ------ شٹر کی آوازیں پیدا ہونے لگیں تو وہ رُک گئی۔ پھر اس نے جھک کر سلیپر اتار لیے اور ٹھنڈے یخ فرش پر برہنہ پا آگے بڑھنے لگی۔ بلی کی سی خاموشی سے چلتی ہوئی وہ جمال کے کمرے کے سامنے پہنچ گئی۔

چند لمحے وہ کھڑی دل کی دھڑکنوں پر قابو پانے کی کوشش کرتی رہی پھر کی ہول پر جھک گئی۔

اگلے ہی لمحے وہ چونک کر سیدھی کھڑی ہوگئی۔

خوف کی سرد لہر اس کے پورے جسم میں دوڑ گئی۔

اندر ایک انتہائی خوفناک چہرے والا شخص جمال کو گھورنے میں مصروف تھا۔ اس نے جمال کے چہرے پر سراسیمگی کے آثار دیکھے۔۔۔۔شاید وہ شخص اسے دھمکا رہا تھا۔

جمال کی زندگی خطرے میں ہے۔

گریشیا کے ذہن میں یہ جملہ کسی طوفان کی طرح چکرانے لگا۔

غیر ارادی طور پر وہ تیزی سے اپنے کمرے میں آگئی اس کا سانس بری طرح پھول رہا تھا اور پورا جسم پسینہ میں نہایا ہوا تھا۔

جمال کی زندگی خطرے میں ہے۔

اس جملے نے اس کے ذہن سے دل کی طرف رُخ کیا اور وہ بے خودی میں الماری تک پہنچ گئی۔

اگلے ہی لمحے اس کے ہاتھ میں آٹومیٹک پستول تھا۔

پستول کو مضبوطی سے تھامنے کے باوجود نہ جانے کیوں اس کا ہاتھ کانپ رہا تھا!

وہ کسی انجانے جذبے سے مجبور راہداری میں نکل آئی اور گرہ بہ قدمی سے ایک مرتبہ پھر جمال کے کمرے تک پہنچ گئی۔

دروازے کے سامنے رُک کر اس نے اندر جھانکا۔ کی ہول سے اسے جمال اور پراسرار شخص ایک دوسرے کے سامنے کھڑے دکھائی دیئے۔

پراسرار شخص کی آنکھیں غصہ سے سُرخ ہو رہی تھیں۔
اس سے قبل کہ گریشیا رک کر حالات کے اونٹ کو کسی کروٹ بیٹھتے دیکھتی وہ تیزی سے راہداری کے آخر تک آ گئی۔
یہاں ایک مختصر سی بالکونی سے وہ سرائے کے عقبی حصے کی کارنس پر پہنچ گئی۔
ٹھنڈی ہوا اس وقت جسم کو چھیدنے کے درپے تھی لیکن گریشیا ہر قسم کے احساسات سے بے نیاز بیچ کارنس پر پہنچ گئی۔
آگے بڑھنے میں دقت ہو رہی تھی۔ اس لیے اس نے پستول کو اپنے گریبان میں ڈال لیا اور کارنس پر لیٹ گئی۔
اب وہ آہستہ آہستہ جمال کے کمرے کی اس کھڑکی کی طرف کھسک رہی تھی جو سرائے کے عقبی رُخ کھلتی تھی۔
چند منٹ میں ہی اس کے ہاتھوں کا خون جیسے جم گیا۔ شدید سردی کی وجہ سے اس کے دونوں ہاتھ شل ہو رہے تھے۔
وہ جیسے تیسے مطلوبہ کارنس تک پہنچ گئی۔
ذرا سا اٹھ کر اس نے کھڑکی سے اندر جھانکنے کی کوشش کی ——
کھڑکی کا نچلا شیشہ ٹوٹا ہوا تھا اس لیے اسے اندر جھانکنے میں کوئی خاص دشواری نہیں ہوئی۔
گریشیا نے پستول نکال کر ہاتھ میں لے لیا۔
اب وہ کسی بھی لمحے جمال کی مدد کر سکتی تھی لیکن شرط یہ تھی کہ اسے جمال پر

کوئی آنچ آتی محسوس ہو جاتی۔

اور پھر۔

اس کے ذہن میں اس دبلے پتلے آدمی کے لیے بے پناہ نفرت پیدا ہو گئی۔ اس نے دل ہی دل میں فیصلہ کر لیا کہ وہ اسے جہنم واصل کیے بغیر نہیں رہے گی۔

پستول کو مضبوطی سے تھام کر اس نے پر اسرار شخص کو نشانہ بنانے کی کوشش کی لیکن جھکے جھکے ایسا ممکن نہ ہو سکا۔

مجبوراً اسے کھڑکی کی اوٹ میں کھڑے ہونا پڑا۔

کارنس پر مضبوطی سے پاؤں جما کر گریشیا نے ایک ہاتھ سے کھڑکی کی سردل کو پکڑ کر سہارا لیا اور دوسرے ہاتھ سے پستول کا رُخ اس مکروہ شخص کی طرف کر دیا جو اس وقت بھی جمال کو دھمکا رہا تھا۔

اس سے قبل کہ گریشیا ٹرائیگر دباتی جمال حسین اس کے اور پراسرار آدمی کے درمیان آ گیا۔

گریشیا ایک طویل سانس لے کر رہ گئی۔

جمال غصہ سے چلا چلا کر کچھ کہہ رہا تھا۔

اس کی آواز باہر سرد ہواؤں کے طوفان کی وجہ سے سنائی نہیں دے رہی تھی۔

گریشیا دم سادھے منتظر رہی کہ کب وہ منحوس شخص پستول کی زد میں آتا ہے۔

اسے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا
جمال سگریٹ سلگانے لگا اور ذرا سا ایک طرف ہٹ گیا۔
اسی لمحے گریشیا نے دیکھا کہ پراسرار شخص روانہ ہونے والا ہے۔ وہ اپنی جگہ سے متحرک ہوا تو نشانہ کی زد میں آگیا۔
گریشیا نے پستول کا رُخ اس کی طرف کیا اور ٹریگر دبا دیا۔
ایک دھماکہ ہوا۔
گریشیا کا فائر کرنے کے بعد وہاں رکنا بیکار تھا۔ اس لیے اس نے پستول دوبارہ گریبان میں ڈالا۔ اور کارنس پر کھسکتی ہوئی واپسی کے لیے مڑ گئی
اس کا دل مسرت سے کھلا ہوا تھا۔
اپنی دانست میں اس نے جمال کے ایک ایسے دشمن کو ختم کر دیا تھا جو اس کی پریشانیوں کا باعث تھا۔
کارنس سے وہ راہداری میں آئی اور پھر تیزی سے اپنے کمرے میں پہنچ گئی ——— دروازہ بند کرنے کے بعد وہ دروازے سے پیٹھ لگا کر کھڑی رہی۔ دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں اور سانسوں کا تسلسل بگڑنے لگا۔
باہر راہداری اس وقت بھی سنسان اور خاموش تھی۔

سڑک پر دھیمے دھیمے بلب روشن تھے۔

ٹھنڈی ہوا کے تیز جھونکے کٹاری کی طرح جسم کے کھلے حصوں پر وار کر رہے تھے۔

وہ گرانڈیل سیاہ پوش دونوں ہاتھ اپنے گھٹنوں تک جھولتے ہوئے ا کوٹ کی جیبوں میں ٹھونسے بڑے مطمئن انداز میں چلا جا رہا تھا۔

اور کوٹ کے دونوں کالر کھڑے ہونے کی وجہ سے اس کے کان اور رخسا ڈھکے ہوئے تھے۔ سر پر گول اونی ٹوپی تھی جو اس کے سر پر بڑی طرح منڈھی ہوئی دکھائی دیتی تھی۔

عمران نے اپنے کمرے کی کھڑکی سے بجلی کی روشنی میں جب اس کی ایک

بھی تو اس وقت تک عمران کسی درخت کے تنے سے چپک کر خود کو پوشیدہ کر سکتا تھا۔

یہ الگ بات ہے کہ اب تک اس کی نوبت نہیں آئی تھی اور سیاہ پوش کا انداز بتا رہا تھا کہ مستقبل قریب میں بھی اس کا ارادہ پلٹ کر دیکھنے کا نہیں ہے۔ تعاقب کا یہ سلسلہ نصف گھنٹہ سے جاری تھا۔

وہ اس وقت سرائے سے خاصی دُور نکل آئے تھے۔

اچانک۔

بجلی بڑے زور سے چمکی اور عمران نے پھرتی سے ایک درخت کی آڑ لے لی۔۔۔!

اب تک عمران کئی مرتبہ یہ عمل دہرا چکا تھا۔ جب بھی کبھی بجلی چمکتی وہ اچھل کر کسی قریبی درخت کے پاس پہنچ جاتا۔

یہ اس کی محتاط طبیعت ہی کا خاصا تھا کہ وہ بار بار ایسا کر رہا تھا ورنہ سیاہ پوش نے تو ایک مرتبہ بھی پیچھے مڑ کر دیکھنے کی تکلیف گوارہ نہیں کی تھی۔

وہ اس طرح کوٹ کی جیبوں میں ہاتھ ٹھونسے آگے ہی آگے بڑھتا چلا جا رہا تھا۔

اب تک اس کی چال میں ذرا برابر بھی تیزی یا سستی پیدا نہیں ہوئی تھی۔ وہ یوں اکڑا اکڑا چلا جا رہا تھا جیسے گوشت پوست کا مجسم نہیں بلکہ کوئی مشینی آدمی رہا ہو۔

عمران کو اپنے ذہن کے بعید ترین گوشے میں خطرے کی گھنٹی بجتی ہوئی مسلسل

سنائی دے رہی تھی۔

اسے اب سیاہ پوش کی لاپرواہی میں غیر فطری پن محسوس ہونے لگا تھا۔ زیادہ عمران کو دانستہ اپنے پیچھے لگائے ہوئے تھا۔

خطرے کی گھنٹی مسلسل بج رہی تھی اور وہ تیزی سے سوچ رہا تھا کہ آخر سیاہ پوش اتنی سرد اور بھیانک رات میں سرائے کے عقب میں کھڑا کیا کر رہا تھا ــــــ اور اب اتنا طویل فاصلہ طے کرنے کے باوجود اس کی منزل کا کوئی امکان بھی دکھائی نہیں دیتا تھا۔

عمران کو اب شبہ ہونے لگا کہ سیاہ پوش اس تعاقب سے باخبر ہے اور وہ کسی سوچے سمجھے منصوبے کے تحت اسے اپنے پیچھے لگائے ہوئے ہے۔

اب کیا کسی گڑھے میں قیام ہے تمہارا ــــــ؟

عمران بڑبڑایا۔

اگرچہ وہ بہت ہی ٹھنڈے دل و دماغ کا آدمی تھا لیکن نہ جانے کیوں اسے اس سیاہ پوش گرانڈیل شخص پر بے تحاشہ غصہ آنے لگا جو کسی طور معاملہ نپٹانے کے موڈ میں ہی دکھائی نہیں دیتا تھا۔

شہر کے مضافات میں سڑک کی حالت مزید خراب ہو گئی تھی۔

آگے چل کر سڑک مکمل تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی۔

روشنی کا انتظام نہ ہونے کے سبب اگرچہ تعاقب میں دشواری پیش آسکتی تھی تاہم کبھی کبھی کی گرج چمک عمران کی راہنمائی کے لیے ایک قدرتی امداد سے کم نہیں تھی۔

جانک دیکھی تھی تو وہ اسے ایک سایہ ہی دکھائی دیا تھا۔
غالباً اس شخص کی رنگت بھی سیاہ ہی تھی۔
عمران دل ہی دل میں حیران تھا کہ اس تاریکی کے فرزند کو کیا نام دے جو کچھ دیر تو سرائے کے عقبی حصے میں کھڑا کھڑکیوں کو گھورتا رہا اور اب یوں چلا جا رہا تھا جیسے اس طرح ٹہلنا اس کے لیے روز کا معمول رہا ہو۔
لطف کی بات تو یہ تھی کہ اس نے ایک بار بھی پیچھے پلٹ کر نہیں دیکھا تھا۔ سڑک دور دور تک ویران پڑی تھی۔
دائیں بائیں کی عمارتوں کی اکثریت تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی۔
اکا دکا عمارت کے کمپاؤنڈ میں روشنی ہو بھی رہی تھی تو اتنی ناکافی کہ چند گز زمین کا ٹکڑا بھی دکھائی نہیں دیتا تھا۔
غالباً اس سیاہ پوش گرانڈیل شخص کو تعاقب کی فکر نہیں تھی۔ اگر ایسا تھا بھی تو وہ اپنی جگہ درست ہی تھا ــــــ ایسی اندھیری اور طوفانی رات میں جبکہ سردی ہڈیوں کا گودا تک جمائے دے رہی تھی کون عقلمند ہوگا جو اس کی ٹوہ میں ہوتا ــــــ!
رہا عمران تو جانتے سبھی ہیں کہ وہ عقلمند سرے سے ہے ہی نہیں
اس وقت وہ دونوں مارٹینولینڈ کی اس سڑک پر چل رہے تھے جو شہر سے باہر جاتی تھی۔
عمران بہت ہی محتاط انداز میں اس کا تعاقب کر رہا تھا۔
دونوں کے درمیان اتنا فاصلہ ضرور رہا ہوگا کہ اگر سیاہ پوش مڑ کر دیکھتا

عمران روشنی کے لیے کچھ یوں بھی لاپرواہ ہو رہا تھا کہ سڑک کے دائیں بائیں
اب جھاڑیوں اور کھنڈوں کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ ایسے میں سیاہ پوش گرانڈیل
کے ان سمت مڑنے کا امکان ہی نہیں تھا۔
اس نے ایک طویل سانس لی اور چلتا رہا۔
عمران کی دانست میں وہ شخص اسے کسی خاص جگہ لے جانے کے موڈ میں
تھا۔ ورنہ اگر وہ اسے ڈاج دینا چاہتا تو شہر میں ہی کسی جگہ عمران کو چکمہ دے
سکتا تھا۔
چونکہ وہ اس وقت کھلے میں تھے اس لیے ہوا کا زور نسبتاً زیادہ ہی تیز
ہو لیا تھا ——— !
ہوا کے جھکڑ غصیلے سانپوں کی طرح پھنکار رہے تھے اور سڑک کے
کنارے پھیلی ہوئی جھاڑیوں میں گویا ایک دوسرے سے نبرد آزما تھے۔
ایک مرتبہ عمران کے جی میں آیا کہ وہ اسے للکار ہی دے اور ٹھہرا
کر دریافت کرے کہ میاں مجھ کنوارے سے کون سے جنم کا بدلہ لے رہے
ہو ——— لیکن وہ اپنے ارادے کو عملی جامہ نہ پہنا سکا۔
شدید سردی کی وجہ سے عمران اب خود کو برف میں لگی ہوئی لاش کی طرح
محسوس کر رہا تھا۔
اگرچہ اس نے موٹے تلے کے جوتے پہن رکھے تھے۔ تاہم سڑک پر
کہیں کہیں کھڑے ہوئے پانی کی وجہ سے جوتے گیلے ہو رہے تھے۔
تیز ہوا کی وجہ سے سردی کے مارے دونوں پاؤں تمام اخلاق و مروت

کر بالائے طاق رکھتے ہوئے ٹانگوں کو الوداع کہنے کے موڈ میں دکھائی دینے لگے تو عمران واقعی جھلا گیا۔

اچانک۔

بجلی بڑے زور سے چمکی اور آسمان پر روشن لکیریں ایک سرے سے دوسرے سرے تک کوند گئیں۔

بادل بڑے زور سے گرجے اور چھاجھم بارش شروع ہو گئی۔

عمران دل ہی دل میں اس سیاہ پوش کے لیے موزوں ترین خطابات سوچ سوچ کر بڑبڑانے لگا۔

لطف کی بات تو یہ تھی کہ سیاہ پوش اب بھی آگے ہی آگے بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ سڑک ویران اور مکمل اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی اوپر سے بارش نے رہی سہی کسر بھی پوری کر دی۔

بارش کا زور بڑھتا ہی جا رہا تھا۔

بجلی اب تھوڑی تھوڑی دیر بعد چمک کر بادلوں پر نہ جانے کب کا غصہ اتار رہی تھی اور بادل تھے کہ گڑگڑاتے ہوئے مسلسل آنسو بہائے جا رہے تھے۔

سیاہ پوش کی رفتار میں اب بھی وہی اطمینان اور لاپروائی تھی۔ بارش کی بوچھاڑ نہ تو اس کی چال پر اثر انداز ہوئی تھی اور نہ ہی اس کے اطمینان میں کسی قسم کا فرق واقع ہوا تھا۔

دونوں کے درمیان اب بھی پہلے جتنا ہی فاصلہ برقرار تھا۔

عمران نے چیونگم کا ربڑ تھوک دیا۔

اس نے اپنی فلیٹ ہیٹ کے اگلے گوشے کو پیشانی سے اوپر اٹھا دیا تاکہ
ن کے قطرے بہہ بہہ کر چہرے پر نہ آسکیں۔
الگ بات تھی کہ وہ سر سے پاؤں تک پانی میں شرابور ہو رہا تھا!
سردی مزاج پوچھ رہی تھی اور وہ دانت بجا بجا کر گویا اسے حال سے
گاہ کر رہا تھا۔

اچانک اوپر تلے بجلی کے دو تین جھماکے ہوئے اور عمران ٹھٹھک گیا۔
ن گز آگے وہی پراسرار سیاہ پوش اب سڑک کے عین وسط میں کھڑا
لیا تھا۔

چونکہ عمران کے خیال کے مطابق اس کی رنگت گہری سیاہ تھی — اس
کپڑوں کے امتزاج میں یہ اندازہ لگانا مشکل تھا کہ اس کا رخ کس طرف ہے۔
مران کی طرف منہ کیے کھڑا تھا یا مخالف سمت میں گھور رہا تھا۔

عمران نے فلیٹ ہیٹ سر سے اتار لی۔
ارے باپ رے کا ورد کرتے ہوئے اس نے فلیٹ کو دو ایک مرتبہ
ڑا اور دوبارہ پہن لیا۔

اب وہ سابقہ اطمینان کے ساتھ آگے بڑھ رہا تھا۔ ویسے ایک بار تو اس
ذہن میں آیا کہ واپس لوٹ جائے۔ اور اس سیاہ پوش کو اپنے تعاقب میں
بارہ سرائے تک لے جائے۔
بجلی ایک مرتبہ پھر چمکی۔
عمران نے فاصلے کا اندازہ کیا اور پھر زیر لب مسکراتا ہوا اس کے کچھ

اور قریب ہوتا چلا گیا۔

چند لمحوں بعد وہ اس کے قریب پہنچ گیا۔

اچانک سیاہ پوش کسی طاقت ور اسپرنگ کی طرح زمین سے اچھلا۔ اور عمران جھک کر کورنس بجالانے لگا۔

وہ شخص اڑتا ہوا اس پر آپڑا اور دونوں سڑک کے دائیں نشیب میں لڑھکتے چلے گئے۔

اگرچہ سنگلی چند ہی منٹوں میں رینگتا ہوا کھڑکی تک پہنچ گیا تھا مگر وہ کھڑکی کی کارنس پر کسی کو نہ پا سکا۔

اور پھر۔

اچانک اسے اپنا وجود ہوا میں اڑتا ہوا محسوس ہوا ــــــــ!

وہ زخمی سانپ کی طرح پھنکار کر پلٹا لیکن اسے بہت دیر ہو چکی تھی۔

جمال نے دونوں ہاتھوں سے اس کی کمر تھام کر اوپر اٹھا لیا تھا۔

چند لمحوں بعد سنگلی کا جسم مردہ کیچوے کی طرح ڈھیلا ڈھالا سا زمین کی طرف سفر کر رہا تھا۔

سنگلی نے ایک منٹ کے دسویں حصے میں اپنے ڈوبتے ہوئے ذہن

قابو پایا اور اس کا جسم حیرت انگیز حد تک ڈھیلا ہو گیا۔
اب وہ درحقیقت مردہ سانپ ہی لگ رہا تھا۔

اور پھر وہ زمین پر گر پڑا ——— بالکل مردہ سانپ ہی کی طرح
ہاں جیسے ہی اس کا جسم زمین سے مس ہوا اس میں حیرت انگیز تیزی سے
اڑان پیدا ہوتی چلی گئی۔

وہ زمین پر بے سدھ پڑا ہوا تھا۔

چند لمحوں تک اس نے سختی سے سانس بند کر لیا تھا اور پھر دھیرے
دھیرے وہ ناک کے ذریعے سانس لینے لگا۔

جیسے جیسے وہ سانس لے رہا تھا ویسے ہی اس کا جسم حیرت انگیز انداز میں
ڈھیلا ہو کر معمول پر آتا چلا گیا۔

تین منٹ یونہی ٹھنڈی زمین پر لیٹا وہ سختی سے منہ بھینچے ناک سے سانس
لیتا رہا ——— آس پاس کسی ذی روح کا نام و نشان تک نہیں تھا۔ اگر
کوئی ہوتا تو وہ بادی النظر میں یہی محسوس کرتا کہ اس کے قریب ہی کہیں کوئی
سانپ پھنکار رہا ہے۔

ناک سے سانس لینے کی وجہ سے سانپ کی پھنکاروں کے مشابہ آوازیں
نکل رہی تھیں ——— !

سنگی نے جیسے ہی اپنا جسم ڈھیلا چھوڑا اسے اپنے بائیں بازو میں
تکلیف کی شدید لہر دوڑتی ہوئی محسوس ہونے لگی۔
گولی اس کے بازو کو ادھیڑتی ہوئی گزری تھی۔

اس نے دونوں پاؤں پھیلائے اور پھر اس کی کمر زمین سے کچھ بلند ہ
اگلے ہی لمحے وہ گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے بعد اسے زمی
اٹھ کر کھڑے ہونے میں چند سیکنڈ سے زیادہ وقت نہیں لگا۔

کھڑے ہوتے ہی اس کا ذہن لمحہ بھر کے لیے چکرایا اور پھر اس نے
سختی سے اپنے جبڑے بھینچ لیے کہ رخساروں کے ربڑ جیسے گوشت کے
ابھری ہوئی ہڈیاں صاف دکھائی دینے لگی تھیں۔

بازو میں اب تکلیف وہ ٹیسیں اٹھنے لگی تھیں۔

سنگلی نے جبڑے ڈھیلے چھوڑتے ہوئے بائیں بازو کو وائرے
میں گردش دی اور اگلے ہی لمحے وہ بازو یوں لٹک رہا تھا گویا کندھے کا
الگ ہو گیا ہو۔

زخمی بازو کی تکلیف کم ہوتے ہوتے ختم ہو گئی۔

اس نے دائیں ہاتھ سے بائیں بازو کو ہلا جلا کر دیکھا اور پھر مطمئن
مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر پھیل گئی۔

اچانک اس نے جمال کے کمرے کی اس کھڑکی کی طرف دیکھا جہاں ۔
اسے نیچے گرایا گیا تھا۔

کھڑکی میں جمال کھڑا ہوا اس وقت بھی نیچے دیکھ رہا تھا۔

اچانک بجلی چمکی اور جمال ٹھٹھک کر پیچھے ہٹ گیا۔

سنگلی کے ہونٹوں پر ایک مکروہ سی مسکراہٹ دوڑ گئی اور اس کی آنکھ
میں بالکل سانپ کی سی خوفناک چمک پیدا ہو گئی۔

اس نے کھڑکی کے خالی فریم کو دیکھا جہاں کچھ دیر قبل جمال کھڑا تھا اور معنی خیز انداز میں سر کو اثبات میں جنبش دی۔ گویا وہ اس معاملے کو فی الوقت ادھار رکھ کر جانے کے موڈ میں ہو۔

عین اسی وقت کھڑکی کے پٹ بند ہو گئے۔

سنگلی نے ایک طویل سانس لی اور دھیرے دھیرے قدم اٹھاتا مڑ کے ملحقہ سڑک پر آ گیا۔

اس کا بازو اس وقت بھی اس طرح جھول رہا تھا جیسے کندھے کا جوڑ نکل گیا ہو۔

یہ سنگلی کے جسم کی حیرت انگیز خصوصیت تھی کہ وہ اپنے بازو مچھلی جیسے جدھر کو جیسے چاہتا موڑ لیتا تھا ——— بالکل اس سانپ کی طرح جو جب طیش میں آتا ہے کنڈلی مار لیتا ہے اور بوقت ضرورت دم پر بھی کھڑا ہو سکتا ہے ———!

سڑک پر پہنچ کر وہ ایک مرتبہ پھر جمال کے کمرے کی عقبی کھڑکی کو گھورنے لگا۔ لیکن کھڑکی اب بند ہو چکی تھی۔

وہ اطمینان سے اپنا بائیاں بازو جھلاتا ہوا سڑک پر چلا آیا۔ اس کے ذہن میں وہ پراسرار حملہ آور گھوم رہا تھا جس نے اس قدر اچانک اس پر فائر جھونک مارا تھا۔

یہ اتفاق ہی تھا کہ سنگلی لمحہ بھر کے لیے اس جگہ سے کچھ الگ سرک گیا تھا ورنہ گولی سیدھی اس کے سینے پر ہی بیٹھتی۔

حملہ آور کا خیال اسے بار بار ستا رہا تھا۔
کون ہو سکتا ہے۔
کون ہو سکتا ہے۔
وہ مسلسل سوچ رہا تھا اور ویران سڑک پر آگے بڑھ رہا تھا۔ ایک موڑ
پر پہنچ کر وہ رُک گیا اور دوبارہ سرائے کی طرف دیکھنے لگا۔
اب بیشتر کمروں کی کھڑکیاں روشن تھیں۔
غالباً کسی نے فائر کی آواز سن لی تھی اور اب سب جذبہ تجسس کے ہاتھا
مجبور ہو کر بستروں سے باہر نکل آئے تھے۔
کون ہو سکتا ہے ——— ؟
سنگی کے ذہن میں حملہ آور کے لیے ایک مرتبہ پھر طوفان سا اٹھنے لگا۔
اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کے بہت سے دشمن تھے لیکن اسے اچھی
طرح سے معلوم تھا کہ ان میں سے ایک بھی سرائے میں موجود نہیں تھا۔
اور اگر کوئی موجود ہوتا بھی تو اسے یہ خبر کیوں کر ہوئی ہو گی کہ وہ اس وقت
جمال کے کمرے میں ہے۔
سنگی نے سرائے میں داخل ہونے کے لیے دوسری منزل کی راہداری
تک پہنچتی ہوئی انگور کی بیل استعمال کی تھی۔
اور پھر وہ راہداری کا بلب بجھاتا ہوا جمال کے کمرے تک پہنچ گیا تھا۔
اسے اچھی طرح سے یاد تھا کہ راہداری سے گزرتے وقت اس نے
ایک بھی کمرے میں روشنی نہیں دیکھی تھی ——— پھر کسی کو اس کی موجودگا

کا علم کیوں کر ہوا۔
وہ سوچتا رہا اور الجھتا رہا۔
الجھتا رہا اور سوچتا رہا۔
ٹھیک بیس منٹ بعد وہ لاکا بانا کی عمارت میں داخل ہو رہا تھا
اگرچہ رات نصف سے زیادہ گزر گئی تھی تاہم لاکا بانا کے گرم ہال میں اس
وقت بھی چند جوڑے دادِ عیش دینے میں مصروف تھے۔
شراب کے جام ان کے ہونٹوں تک پہنچتے ہوئے لرز رہے تھے اور
شراب گر رہی تھی لیکن وہ اطراف سے بے نیاز ایک دوسرے کی نگاہوں
میں گویا کھو کر ایک دوسرے کو آنکھوں ہی آنکھوں سے نگل رہے تھے۔
سنگلی خاموشی سے کاؤنٹر پر پہنچ گیا۔
اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں جیسے خون ٹپکنے ہی والا ہو اس نے
سرخ بوٹی جیسی آنکھیں کاؤنٹر گرل پر گاڑ دیں۔
اگلے ہی لمحے وہ دائیں ہاتھ کی انگشتِ شہادت کی پور سے کاؤنٹر بجا رہا
تھا۔
ٹک ــــــ ٹک ــــــ ٹک ــــــ!
بالکل کسی ٹائپ رائٹر جیسی آواز سنائی دی۔
اس نے اس عمل کو وقفے وقفے سے تین مرتبہ دہرایا۔
کاؤنٹر پر بیٹھی خوبصورت لڑکی نے خوفزدہ نگاہوں سے سنگلی کی طرف
دیکھا اور اس کی نگاہیں اس کے بائیں بازو پر جم گئیں۔

لاکا۔
سنگلی کسی زخمی سانپ ہی کی طرح پھنکارا اور کاؤنٹر گرل گویا کسی گہرے خواب سے بیدا ہوگئی اس نے جھرجھری لے کر نگاہیں سنگلی کے بازو سے ہٹالیں۔

بانا۔
سنگلی بڑبڑایا اور کاؤنٹر گرل کا ہاتھ تیزی سے کاؤنٹر کے نیچے کسی چیز میں الجھ گیا ——— !

نمبر ٹوبیز ——— !
سنگلی نے پھرتی سے پہلو بدلا اور اس نیم تاریک راہداری کی طرف بڑھ گیا جس میں لفٹ لگی ہوئی تھی۔
لفٹ کے قریب پہنچ کر اس نے دیوار میں لگا ہوا ایک بٹن دبایا۔
لفٹ کے پٹ دائیں بائیں سرک گئے۔ وہ اندر داخل ہوگیا۔
جیسے ہی وہ لفٹ میں سوار ہوا۔ خودکا ردروازہ بند ہوگیا اور ساتھ ہی لفٹ روشن ہوگئی۔
لفٹ میں ایک جانب ٹیلی فون جیسا ڈائیل لگا ہوا تھا۔ جس پر دائرے میں صفر سے نوتک نمبر پڑے ہوئے تھے۔
سنگلی نے دوسرے نمبر پر انگلی رکھی اور ڈائیل کو گھمایا۔
چرخی جیسے ہی گھوم کر واپس آئی لفٹ نے اوپر اٹھنا شروع کر دیا۔ اور تیزی سے اٹھتی چلی گئی۔

چند لمحات بعد لفٹ ایک خفیف سے جھٹکے کے ساتھ رُک گئی اور خودکار دروازے کے پٹ اطراف میں کھسک گئے۔

وہ لفٹ سے باہر نکل آیا۔

اب وہ ایک نیم تاریک کمرے میں کھڑا تھا۔

سامنے ہی ایک بند دروازہ دکھائی دیا۔ چونکہ اس کمرے کی چھت بہت ہی نیچی تھی۔ اس لیے وہ رکوع کے انداز میں جھکا جھکا دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔

جیسے ہی اس کے پاؤں دروازے سے ایک فٹ اُدھر ایک چھوٹے سے چوکور ٹکڑے پر پڑے دروازہ بے آواز کھلتا چلا گیا۔

سامنے ایک مستطیل کمرہ تھا۔

کمرہ بناوٹ کے لحاظ سے ساؤنڈ پروف دکھائی دیتا تھا۔ گہرے زرد رنگ کی روشنی پورے کمرے میں پھیلی ہوئی تھی۔

سنگلی۔

اچانک ہی ایک کھڑکھڑاتی ہوئی آواز سنائی دی اور ساتھ ہی تیز تیز سیٹیاں بجنے لگیں۔

سنگلی نے بے پناہ سرد ہوا کے جھونکے محسوس کیے اور وہ مودب کھڑا ہو گیا ـــــــ!

سامنے شیشے کی پارٹیشن کے عقب میں ـــــــ زرد روشنی میں جگمگاتے ہوئے اور ایک سرتاپا سیاہ رنگ کا ہیولہ نہ جانے کہاں سے آکر کھڑا ہو

گیا۔

لرزتی ہوئی دھوئیں کی شبیہہ زرد کمرے میں کسی آسیب ہی کی طرح دکھائی دے رہی تھی۔

کیا رہا ——— ؟

پرشور سیٹیوں کے درمیان کھر کھراتی ہوئی آواز ابھری اور سنگل بے تکان رپوٹ پیش کرنے لگا۔

گیبی پورٹر سے شکست کھانے کے بعد جوزف لاکا با نا میں ہی رہائش پذیر ہو گیا تھا۔ اگرچہ اس پر پورٹر نے ہی اسے مجبور کیا تھا تاہم خود جوزف کی خواہش بھی کارفرما تھی۔

پورٹر کی غلامی کے بعد اسے احساس ہوا کہ وہ زندگی میں پہلی بار کسی ایسے آقا کے ہاتھوں میں پہنچا ہے جس نے درحقیقت اس کی بلا نوشی کا صدقِ دل سے احترام کیا تھا۔

جوزف بیشتر وقت جوئے خانہ میں گزارتا تھا ——— اگرچہ اسے وہاں کی نیم عریاں لڑکیوں اور کھیلنے کھلانے سے کوئی رغبت نہیں تھی پھر بھی پورٹر کا حکم یہی تھا کہ وہ اپنا بیشتر وقت وہیں گزارے۔

شراب کی بوتلوں کا شمار زتولا کا باتا کی انتظامیہ کرتی تھی اور نہ ہی جوزف نے کبھی اس پر توجہ دی تھی ـــــ البتہ اسے کبھی کبھی کسی خوبصورت لڑکی کے منہ سے نکلے ہوئے حیرت زدہ جملوں سے ضرور واسطہ پڑجاتا تھا ـــ!

دو ایک نے اس کے آہنی جسم سے کوئی توقع بھی وابستہ کی تھی لیکن جوزف واقعی ایک ہشتنی انسان ثابت ہوا۔ وہ جنسی رجحان کے لیے بالکل کسی مشین ہی کی طرح بے حس تھا۔

چند ایک بگڑے ذہن کے لوگوں نے خفیہ تہہ خانے میں من مانی کی کوشش بھی کی تھی۔ نتیجتہً ان میں سے دو ایک کے سروں کا گودا بہہ گیا اور باقی لوگوں نے صدق دل سے ان حرکات کا اعادہ کرنے سے توبہ کر لی جس کی پاداش میں دو تین آدمی اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔

جوزف محسوس کر رہا تھا کہ وہ روز بروز پورڈ کے دل و دماغ پر چھا رہا ہے ـــــ لیکن ایک چیز جو اس کے لیے گھٹن کا باعث تھی وہ تھی پورڈ کی پراسرار شبیہہ ـــــ دھوئیں کی شبیہہ جس میں پورڈ کے چہرے کا مدھم سا عکس دکھائی دیتا تھا۔

اندیکھے آقاؤں کا وہ عہد جہالت میں پجاری ضرور رہا تھا لیکن درحقیقت اسے نقاب سے شدید نفرت تھی۔

اس کی دانست میں نقاب صرف عورتوں کے لیے ہی مخصوص ہونا چاہیے ـــــ مردوں کے چہرے پر نقاب چہ معنی دارد؟

جوزف کو ایک اور بھی بات پر حیرت تھی وہ یہ کہ پورڈ نے اب تک اس

سے کوئی خاص کام نہیں لیا تھا ۔۔۔۔۔۔ جب کہ اس کی آنکھوں کے سامنے سنگلی کو کئی مہموں پر روانہ کر چکا تھا۔

ٹھہ خانے کی زندگی اس جنگل کے آزاد اور درندہ جبلت انسان کے لیے واقعی دیمک سے کم نہ تھی۔ جو رفتہ رفتہ اس کی ان مخفی صلاحیتوں کو چاٹ رہی تھی جن کے بل بوتے پر وہ جنگل میں میلوں دور مخفی خطرات کی بو محسوس کر لیتا تھا۔

کئی بار اسے عمران کی یاد نے بھی ستایا لیکن نہ جانے کیوں وہ اس کے خیالات کو ذہن سے جھٹک دیتا تھا۔

ایک بات کا اسے شدت سے احساس ہوا کہ وہ کسی نادیدہ قوت کے زیر اثر اپنی سابقہ زندگی سے دُور ہوتا جا رہا ہے۔

وہ اس وقت اپنے کمرے میں بیٹھا ہوا پورٹر کے ہی بارے میں غور کر رہا تھا کہ اچانک دروازے پر دستک سنائی دی۔

کون ہے ۔۔۔۔۔۔؟

وہ دہاڑا۔

سنگلی ۔۔۔۔۔۔!

باہر سے مہین سی آواز سنائی دی۔

جوزف نے میز پر رکھے ہوئے جام کا آخری قطرہ تک حلق سے اتارا اور بھاری قدموں سے چلتا ہوا دروازے کے قریب جا پہنچا۔ دروازہ کھولا اور سامنے کھڑے ہوئے سنگلی کو گھورنے لگا۔

کیا بات ہے کیچڑے ۔۔۔۔۔۔؟ کیا تمھیں نیند اور گھونسوں کی ضرورت

ہے۔

تمہیں باس یاد کرتا ہے۔!

سنگلی کے حلق سے سانپ کی سی پھنکار نکلی۔ جوزف نے محسوس کیا کہ وہ کیچوے کے خطاب سے سر سے پاؤں تک غصے سے لرز گیا ہے۔ اس کے موٹے اور بھدے ہونٹوں پر تضحیک آمیز مسکراہٹ دوڑ گئی۔

ابھی آتا ہوں تم جاؤ۔

جوزف نے مسکرا کر سنگلی سے کہا اور واپس پلٹ کر میز کی طرف آیا۔ ابھی وہ مشکل سے چند ہی قدم بڑھا ہوگا کہ اسے اپنے عقب میں پھنکار سی سنائی دی۔

وہ تڑپ کر پلٹا۔ دیکھا تو سنگلی دروازہ بند کر چکا تھا۔

اور اب اس سانپ کی طرح تنا کھڑا تھا جو دم پر کھڑا ہو گیا ہو۔

میں نے تمہیں کمرے میں گھسنے کی اجازت نہیں دی تھی۔ جوزف حلق کے بل دھاڑا۔ اس کی دھاڑ میں کسی شیر کی سی گرج تھی۔ سنگلی کو اس طرح کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کر اس کا پورا جسم غصے سے لرز اٹھا تھا۔

میں چاہتا ہوں کہ تمہیں اپنے کیچوے پن کا ایک آدھ ثبوت بہم پہنچا دوں۔

سنگلی کے ہونٹوں پر سفاک مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

کیا باہر بارش ہو رہی ہے ——؟

جوزف نے پلکیں جھپکا کر مضحکہ خیزی سے سنگلی کی طرف دیکھا

کیا مطلب ——؟

سنگلی شاید اس کی بات سن کر حیرت زدہ ہو گیا تھا۔ ظاہر ہے وہ فوری طور پر جوزف کا مطلب سمجھنے سے قاصر رہا تھا۔

پکچوے عموماً بارش ہی میں نکلتے ہیں ـــــــ!

جوزف نے قہقہہ لگایا اور بتدریج اس کا قہقہہ بلند ہوتا چلا گیا۔ اچانک اس کی نگاہ سنگلی کے بائیں بازو پر پڑی اور اس کا قہقہہ یکدم ٹوٹ گیا۔

کیا کسی نے تمھاری دم پر پاؤں رکھ دیا تھا کیچوے۔؟

جوزف نے ہنس کر سنگلی کے زخمی بازو کی طرف اشارہ کیا جو اس وقت بھی اس کی حیرت انگیز خصوصیت کے باعث لٹک رہا تھا۔

اچانک جوزف کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں اس نے دیکھا کہ سنگلی کا چہرہ یک لخت تاریک ہو گیا، آنکھیں سُرخ ہو گئیں جیسے خُون کی سُرخی تیر رہی ہو۔ جبڑے سختی سے بھنچ گئے اور رخساروں کے ربڑ جیسے گوشت سے ہڈیاں ابھر آئیں۔

چہرے کے زخم کی وجہ سے اس کا چہرہ کچھ اور بھی بھیانک ہو گیا۔ جوزف کو یوں محسوس ہوا جیسے افریقہ کے تاریک ترین جنگل کا خبیث صورت جادوگر اس کے سامنے آ کھڑا ہوا ہو۔

اور پھر اسی لمحہ اس کی نگاہ سنگلی کے جھولتے ہوئے بازو پر پڑی وہ لمحہ واقعی جوزف کے لیے دھماکہ خیز تھا جب اس نے سنگلی کے لٹکتے ہوئے بازو میں اکڑن محسوس کی اور پھر اس نے حیرت سے پلکیں جھپکا کر اپنی جگہ چھوڑ دی۔

سنگلی اڑن سانپ کی طرح اس پر آ رہا تھا۔ اگر جوزف سے لمحہ بھر کی بھی تاخیر ہو جاتی تو سنگلی کا گھونسہ عین اس کی ناک پر ہی بیٹھتا۔

اب مجھے واقعی یقین ہو گیا ہے کہ باہر بارش ہو رہی ہے۔ جوزف نے قہقہہ لگایا اور پھر اپنی جگہ سے اُچھل پڑا۔

سنگلی نے اس مرتبہ بھی سابقہ داؤ آزمایا تھا۔ جوزف اپنی جگہ سے اچھلا تھا اور ساتھ ہی اس کی ٹانگ بھی چل گئی تھی۔

ٹھوکر پوری قوت سے سنگلی کے پیٹ پر پڑی اور جوزف پیٹھ کے بل فرش پر اس طرح گر گیا کہ اس کی وہ ٹانگ اُوپر اٹھی کی اٹھی رہ گئی جو اس نے سنگلی کی طرف اچھالی تھی۔

سنگلی جونک کی طرح اس کی ٹانگ سے لپٹا ہُوا تھا۔

جوزف نے پھرتی سے کروٹ بدلی اور اٹھی ہوئی ٹانگ کو جھٹکا دیا اور پھر لڑھکنیاں کھاتا ہوا دیوار تک جا پہنچا ——— اور پھر اس نے مارے جھنجھلاہٹ کے دونوں ٹانگیں فرش پر دے ماریں۔

اب اسے احساس ہوا کہ سنگلی کن حیرت انگیز صلاحیتوں کا مالک ہے ——— سنگلی لحہ بہ لحہ رینگتا ہوا اس کے دھڑ کے اُوپر آ رہا تھا اور جوزف اسے الگ کرنے کے لیئے بری طرح پاؤں مار رہا تھا۔

سنگلی جوزف کی لمبی ٹانگ سے لپٹ کر بالکل اس طرح بل مار رہا تھا جیسے کوئی سانپ لپٹا ہوا ہو۔ اور جوزف کو وہ ٹانگ سن ہوتی ہُوئی محسوس ہونے لگی۔

گرفت اتنی مضبوط تھی جیسے ابھی کچھ دیر میں ٹانگ کی ہڈی ٹوٹ ہی جائے گی۔

جوزف غصے سے بل کھا کر غرایا اور ساتھ ہی اس نے دونوں ہاتھوں کو فرش پر ٹکا کر اٹھنے کی کوشش کی۔

دوسرے ہی لمحے اس نے پوری قوت سے سر کی ٹکر ماری ——— ٹکر سنگلی کے اٹھے ہوئے منہ پر لگی۔

اگرچہ اس نے چہرہ ہٹانے میں بڑی پھرتی کا مظاہرہ کیا تھا لیکن جوزف کا نشانہ چوک نہ سکا۔ کمرے میں کراہ سنائی دی۔ اور سنگلی دونوں ہاتھوں سے چہرہ ڈھانپ کر رہ گیا۔

اسی لمحہ جوزف نے ٹانگ کو جھٹکا دیا۔

سنگلی مردہ کیچوے کی طرح اس کی ٹانگ کے ساتھ ہی اٹھتا ہوا دو، گرا۔ جوزف اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

ابھی وہ سنگلی پر کودنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ سنگلی حیرت انگیز لچک کے ساتھ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ جوزف آگے بڑھا اور پھر کراہ کر دیوار تک آ گیا۔

سنگلی نے دائیں ہاتھ کا گھونسہ پوری قوت سے مارا تھا۔ جوزف د ہی دل میں اس کی طاقت کا قائل ہو گیا۔ اس نے اپنی زندگی میں کم ہی ا گھونسے کھائے تھے۔

سنگلی نے دائیں ہاتھ کا گھونسہ پوری قوت سے مارا تھا۔ جوزف ز

میں کم ہی ایسے گھونسے کھائے تھے۔
جوزف کے سنبھلتے سنبھلتے سنگلی نے دو چار ہاتھ اور جما دیئے۔ جوزف بالکل بھیڑیے کی طرح پلٹا اور اس کا لہراتا ہوا ہاتھ پوری قوت سے سنگلی کی کنپٹی پر پڑا۔
وہ لہراتا ہوا یوں پیچھے ہٹا جیسے بے تحاشا پی گیا ہو اور پھر اس کی ٹانگیں تہہ ہونے لگیں۔
اگلے ہی لمحہ وہ بے ہوش فرش پر پڑا تھا۔
جوزف نے اس کی بے ہوشی کو مکر و فریب خیال کر کے پوری قوت سے ایک ٹھوکر اس کی پسلیوں پر جمائی۔
سنگلی کا بے ہوش جسم لڑھکنیاں کھاتا ہوا دروازے کے قریب جا گرا۔
اس سے قبل کے جوزف اس کی مزید خاطر تواضع کرتا۔ پورا کمرہ سیٹیوں کی تیز آواز سے گونج اٹھا۔
وہ چونک کر رک گیا۔
حیرت سے اِدھر اُدھر دیکھا اور اس کی نگاہ کمرے کی بائیں دیوار پر جم کر رہ گئی۔ وہاں دو مربع فٹ رقبے میں روشن لہریں تڑپ رہی تھیں۔ چند لمحوں بعد وہاں زرد روشنی پھیل گئی اور جوزف مودب کھڑا ہو گیا۔
زرد رنگ کی روشن لکیروں کے درمیان ایک سیاہ ہیولہ سا لہراتا دکھائی

دے رہا تھا۔

یہ کیا ہو رہا ہے ——؟

سیٹیوں کے درمیان سخت اور تحکمانہ آواز سنائی دی۔

جوزف نے لمحہ بھر تو پلکیں جھپکائیں۔ پھر اس کے چہرے کا زاویہ بدلا گیا اور وہ بے ہوش سنگلی کی طرف دیکھنے لگا۔ جو اس وقت بھی درواز کے سامنے بے سدھ پڑا ہوا تھا۔

سنگلی کو کیا ہو گیا ہے ——؟

اسے کم خوابی کی شکایت تھی جناب ! جوزف نے دانت نکال کر اشارہ کیا اور ہنسنے لگا —— اگر آپ اجازت دیں تو میں اسے گود لینے کے لیے تیار ہوں۔

جوزف —— پورٹر کی آواز میں بے پناہ تلخی تھی۔ اسے ہوش میں لاؤ۔ اور تم میرے کمرے میں آؤ۔

اوکے۔ جوزف نے کندھے جھٹک کر جواب دیا۔ کمرے میں سیٹیوں کی آواز مدھم ہوتے ہوتے ختم ہو گئی اور ساتھ ہی دیوار میں روشن سکرین بھی بجھ گئی۔

جوزف نے میز پر رکھی ہوئی بوتل کا کارک کھولا اور اسے منہ سے لگا اگلے ہی لمحے کمرے میں اس کے بڑے بڑے گھونٹ لینے کی آواز گونج اٹھی غٹا غٹ بوتل ختم کر کے اس نے سنگلی کو اٹھایا اور بستر پہ ڈال دیا چند لمحوں بعد وہ اسے ہوش میں لانے کی تدبیر کرنے لگا۔

گریشیا کا دل دھک دھک کر رہا تھا پورا جسم پسینے سے
شرابور اور انجانے خوف سے کانپ رہا تھا۔
ابھی اسے اپنے کمرے میں آئے چند ہی لمحے گزرے ہوں گے کہ
راہداری میں کھلنے والے دروازے دھڑا دھڑ کھلنے لگے۔
اس کے بعد راہداری میں کچھ لوگوں کے قدموں کی چاپ اور باتیں کرنے
کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔
غالباً فائر کی آواز سُن کر سرائے میں مقیم ہر آدمی جاگ اٹھا تھا۔
گریشیا کو فوراً ہی احساس ہوا کہ اس سے قتل جیسا بھیانک جرم
سرزد ہو گیا ہے ـــــــ خوف و ہراس کی ٹھنڈی لہر اس کی ریڑھ کی ہڈی

میں سرسرانے لگی۔

اچانک ہی ایک خیال نے اس کے ذہن میں جنم لیا اور وہ زبان دانتوں تلے دبا کر دائیں بائیں سر ہلانے لگی ـــــــ آنکھیں بند ہو گئیں اور جبڑے بھنچ گئے۔

اس نے سوچا کہ لاش جمال کے کمرے سے برآمد ہو گی تو سب لوگ اسے ہی قاتل گردانیں گے۔

اف مجھ سے کس قدر حماقت سرزد ہوئی ہے ـــــــ وہ بڑبڑائی اور پھر اس کے اعصاب پر تفکرات کا بوجھ بیٹھ گیا۔

اسی لمحے کسی نے دروازے پر دستک دی۔

وہ چونک پڑی۔

کمرے میں وہ ہیٹر جلتا ہی چھوڑ گئی تھی۔ اس لیے ہیٹر کے جلتے ہوئے اسپرنگ سے مدھم سی روشنی پورے کمرے میں ہو رہی تھی ـــــــ!

گریشیا کا ننھا سا پستول ابھی تک اس کی انگیا میں موجود تھا۔

وہ پھرتی سے بے آواز چلتی ہوئی الماری تک پہنچی۔

یہ بھی اچھا ہی ہوا کہ وہ پستول نکالنے کے بعد الماری کو بند کرنا بھول گئی تھی۔ اس وقت وہ اگر الماری کے پٹ کھولتی تو اتنی آواز ضرور پیدا ہوتی جس سے اس کے جاگتے رہنے کا پتہ چل سکتا تھا۔

پستول جلدی سے الماری میں رکھ کر اس نے مسہری پر بیٹھتے ہوئے دستک دینے والے کے بارے میں دریافت کیا۔

کون ہے ——— ؟
گریشی   گریشی یہ میں ہوں۔
اوہ۔ ماما ——— گریشیا بڑبڑاتی ہوئی اٹھ گئی اس نے سوئچ آن کر کے کمرے میں روشنی کی۔
ابھی آتی ہوں ماما۔
اس نے قدرے بلند لہجے میں کہا۔
اسے اپنی آواز دور سے آتی ہوئی محسوس ہوئی ——— جیسے وہ کسی کنویں سے بول رہی ہو۔
روشنی ہونے کے بعد اس نے ایک نظر خود کو قد آدم آئینے میں دیکھا۔ اگرچہ کوئی واضح نشان اس کے کپڑوں پر نہیں تھا تاہم اس نے گاؤن پہن لینا ہی مناسب خیال کیا۔
گاؤن پہننے کے بعد اس نے جلدی سے دروازہ کھولا۔
اوہ کیا بات ہے ماما ——— تم کچھ پریشان دکھائی دیتے ہو۔؟
اس نے خود پر قابو پاتے ہوئے حیرانگی اور فکر مندانہ لہجے میں دریافت کیا۔
ابھی سب لوگوں نے فائر کی آواز سنی ہے۔
فف ——— فائر ——— گریشیا جان بوجھ کر بوکھلانے کی اداکاری کرنے لگی۔ میں نے تو نہیں سنی۔
رحم خدا ——— کہیں خون وغیرہ نہ ہو گیا ہو ——— یہ

سرائے میرے بڑھاپے کا واحد سہارا ہے ــــــــ رتنا کے چہرے پر تشویش کے آثار تھے۔

لیکن فائر کی آواز کس کمرے سے آئی تھی۔

ایک دراز قد آدمی نے گفتگو میں حصّہ لیتے ہوئے کہا۔

معلوم نہیں ــــــــ رتنا بے قراری سے ہاتھ ملتے ہوئے بولی۔

اور یہ کمرہ ابھی تک نہیں کھلا۔

گریشیا نے اس طرف نگاہ اٹھائی جدھر اس شخص نے انگلی سے اشارہ کیا تھا ــــــــ اس کا اشارہ پرنس کے کمرے کی طرف تھا۔ اسی لیے گریشیا نے کنکھیوں سے جمال کے کمرے کی طرف دیکھا۔

دروازہ بدستور بند تھا۔

اوہ یہ کمرہ بھی بند ہے ــــــــ وہ دھیمے لہجے میں بولی۔ ویسے وہ دل ہی دل میں سوچ رہی تھی کہ اس نے جذباتی پن میں انتہائی احمقانہ اقدام کیا ہے ــــــــ اب جمال مزید دشواریوں میں مبتلا ہو جائے گا۔

اس کا دل سینے میں اتنی زور سے دھڑک رہا تھا گویا ابھی کوئی پل میں سینہ چیر کر باہر نکل آئے گا۔

دراز قد آدمی پرنس کے کمرے تک چلا گیا اس نے دروازہ دھکیلنے کی کوشش کی اور پھر ایک طویل سانس لے کر واپس پلٹ آیا۔

دروازہ لاک ہے ــــــــ میرا خیال ہے اندر کوئی نہیں ہے۔ اس نے کندھے جھٹک کر رتنا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

رتنا اس وقت بھی بے چینی اور گھبراہٹ میں ہاتھوں کو مل رہی تھی۔ ہلکی سی کپکپی اس کے سارے وجود پر چھائی ہوئی تھی۔

میرا خیال ہے اس کمرے کو بھی دیکھ لینا چاہیئے۔

اسی آدمی نے مشورہ دیا۔

رتنا نے سر ہلا دیا۔

راہداری میں کھڑے ہوئے باقی تمام لوگوں کے چہروں پر خوف کے تاثرات تھے اور ان میں سے ایک بھی شخص نے زبان تک ہلانے کی کوشش تک نہیں کی البتہ جس وقت وہ دراز قد آدمی جمال کے دروازے کی طرف بڑھا تو گریشیا بھی اس کے پیچھے ہی چل پڑی۔

گریشیا کی دیکھا دیکھی دوسرے لوگ بھی دراز قد شخص کے پیچھے جمال کے کمرے کی طرف چلنے لگے۔

چند لمحوں بعد دراز قد آدمی دروازے پر دستک دے رہا تھا۔

فوراً ہی دروازہ کھل گیا اور ——— گریشیا کا دل مزید تیزی سے دھڑکنے لگا ——— کنپٹیاں سلگنے لگیں گویا پورے جسم کا دورانِ خون اسی طرف منتقل ہو گیا ہو۔

لیکن جمال کے چہرے کو دیکھ کر یوں محسوس ہوتا تھا گویا وہ ابھی ابھی سو کر اٹھا ہو۔

فرمائیے ——— یہ آج رات سب نے میرے ہاں کس خوشی میں دھاوا بول رکھا ہے ———؟

اس نے خوش دلی سے مسکراتے ہوئے کہا۔

گریشیا ایک طویل سانس لے کر رہ گئی۔

ابھی کچھ دیر قبل ایک فائر کی آواز سنائی دی تھی۔

دراز قد آدمی اس کے جملے کو نظر انداز کرتا ہوا سنجیدگی سے بولا اور ٹٹولنے والی نگاہوں سے جمال کو گھورنے لگا۔

فائر کی آواز ـــــــ جمال نے پہلے تو حیرت کے اظہار سے لاعلمی کا تاثر دیا پھر بے یقینی سے ہنسنے لگا۔

میرا خیال ہے ہمیں پولیس کو فون کر دینا چاہیئے۔

دراز قد آدمی نے جمال کو مسلسل گھورتے ہوئے کہا اور جمال نے سنجیدہ ہوتے ہوئے اطمینان سے اثبات میں سر ہلا دیا۔

میں بہت کچی نیند سوتا ہوں ـــــــ حیرت ہے میں نے کوئی آواز نہیں سنی ـــــــ کہیں سرائے کے عقبی حصے میں کوئی گڑبڑ نہ ہو۔

یہ کہہ کر جمال اندر مڑ گیا۔

دراز قد آدمی بھی اس کے پیچھے ہی اندر چلا گیا۔

گریشیا حیران تھی کہ جمال لاش کی موجودگی میں ان سب کو اندر آنے کی اجازت کس طرح دے رہا ہے ـــــــ اور اسی تجسس نے اس کے قدم بے اختیار اندر کی جانب اٹھا دیئے۔

اندر داخل ہوتے ہی گویا اس کے ذہن سے منوں بوجھ ہٹ گیا ہو ـــــــ لاش کا دور دور تک نام و نشان نہیں تھا۔ جبکہ گریشیا

اندازے کے مطابق اس کریہہ شکل آدمی کی لاش عین دروازے کے سامنے ہونی چاہیے تھی۔

لاش تو خیر کیا ہوتی فرش تک بے داغ تھا ـــــ خون کا ہلکا سا دھبہ نہ تو دروازے کے سامنے تھا اور نہ ہی کمرے میں کسی اور جگہ۔

جمال نے کھڑکی کھول دی اور نیچے جھانکنے لگا۔ اور پھر وہ کمرے میں موجود لوگوں کی طرف مڑا اور بولا ـــــ باہر بھی سناٹا ہے۔ میرا خیال ہے آپ لوگوں نے سوتے میں کہیں بجلی گرنے کی آواز سنی ہوگی!

حیرت ہے ـــــ دراز قد آدمی الجھے ہوئے لہجے میں بولا پھر متلاشی نگاہوں سے کمرے میں دیکھتا ہوا اس سے معذرت کرنے لگا۔

اب صرف ایک ہی کمرہ بند ہے۔

اوہ ـــــ وہ غالباً پرنس کا ہوگا ـــــ وہ عجیب باغ و بہار شخص ہے اس وقت کہیں بارش میں ٹہل رہا ہوگا۔ جمال نے قہقہہ لگا کر کہا اور گریشیا کی طرف دیکھنے لگا۔

گریشیا نے نہ جانے کیوں شرما کر نگاہیں جھکا لیں۔

پھر پندرہ منٹ بعد سب مطمئن ہوکر اپنے اپنے کمروں کی جانب چلے گئے۔ رتنا کچھ دیر گریشیا کے پاس بیٹھی رہی پھر وہ بھی سونے کے لیے اٹھ گئی۔

گریشیا نے دروازہ بند کر لیا اور مسہری پہ دراز ہوگئی۔

ابھی اسے لیٹے چند ہی منٹ ہوئے ہوں گے کہ اسے دروازے

کے پار کسی کی موجودگی کا احساس ہوا اور اس کا دل تیزی سے دھڑک اٹھا ــــــ !
اور پھر ہلکی سی دستک ہوئی ـــــ اتنی مدھم کہ اگر گریشیا کان لگائے دروازے کی جانب متوجہ نہ ہوتی تو وہ دستک کی آواز قطعاً نہیں سن سکتی تھی۔
وہ دبے پاؤں دروازے تک پہنچی اور مدھم لہجے میں بولی۔
کون ـــــ ؟
جمال ـــــ ! اسی مدھم لہجے میں جواب ملا۔
جمال ـــــ گریشیا بڑبڑائی اور اس کے ہاتھوں نے میکانگی انداز میں چٹخنی گرا دی۔ وہ اندر آگیا اور دروازہ بھیڑ کر دروازے سے ہی پشت لگائے کھڑا ہو گیا۔
گریشیا نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔ وہ مسکرا رہا تھا۔ اس کی آنکھیں کسی اندرونی جذبے کے تحت چمک رہی تھیں۔
آپ کو اس وقت میرے کمرے میں نہیں آنا چاہیئے تھا۔
اس کے لہجے میں کپکپی تھی۔
کیوں ـــــ ؟
جمال شریر لہجے میں بولا۔
میرا مطلب ہے۔
گریشیا کو اظہار کے لیے مناسب الفاظ نہیں مل رہے تھے۔ وہ ٹکٹکی باندھے اب بھی جمال کو گھور رہی تھی۔
میں تمھیں ایک خوشخبری سنانا چاہتا تھا اور اس کے لیے صبح کا انتظار

کرنا ممکن نہیں تھا۔

جمال اب بھی مسکرا رہا تھا۔

میں آپ کا مطلب نہیں سمجھی ـــــــــ ویسے آپ وہ بات مجھے کاؤنٹر پر بھی کہہ سکتے تھے۔ میں خاصی دیر تک وہیں تھی۔

بعض باتوں کے لیے تنہائی بہت ضروری ہوتی ہے گریشی جمال کے لہجے میں پیار کی مٹھاس تھی۔

گریشیا چونک پڑی اور اس کا جسم ایک دم خون کی حدت سے گویا پھنکنے لگا۔

وہ حیران تھی کہ کچھ عرصہ قبل اس قدر مردم بیزار شخص یک دم اتنا زندہ دل کیوں کر ہوگیا۔ اور ان حالات میں یہ بات اور بھی تعجب خیز تھی جب کہ اس کے کمرے میں کہیں ایک عدد لاش بھی موجود رہی ہو۔

لو یہ پڑھ لو۔

جمال نے یہ کہہ کر ایک ملفوف اس کی طرف بڑھا دیا۔

کانپتے ہاتھوں سے لفافہ لے کر گریشیا نے خط نکالا اور جوں جوں تحریر پر اس کی نگاہیں پھیلتی گئیں اس کے جسم کا ایک ایک مسام پسینہ اگلتا چلا گیا۔

اور پھر وہ خط کو پڑھ کر فرطِ جوش میں آگے بڑھی اور دونوں ایک دوسرے سے لپٹ گئے۔

"میرے جمال۔"

گریشیا کے منہ سے سسکی سی نکلی اور دب گئی۔
جمال نے فرطِ محبت سے مغلوب ہو کر اپنے ہونٹ اس کے ہونٹوں پر رکھ دیئے تھے۔

جوزف جیسے ہی پورٹر کے اس پراسرار زرد رنگ کیبن کے سامنے پہنچا کیبن میں بجلیاں سی تڑپنے لگیں اور چند لمحوں بعد سیٹیوں کی پُرشور آوازوں کے ساتھ زرد کیبن میں دھوئیں کا ہیولہ لہرانے لگا۔
سیٹیوں کا شور دھوئیں کے لہراتے ہوئے ہیولے کے واضح ہوتے ہی مدھم پڑ گیا اور غیبی پورٹر کی سرسراتی آواز سنائی دی۔
جوزف ——!
میں سن رہا ہوں جناب ——!
جوزف نے مودبانہ لہجے میں کہا۔ اور اس کی ساکت نگاہیں دھوئیں پر جم گئیں جو زرد کیبن میں تڑپتی ہوئی روشن لہروں میں اب بالکل یوں دکھائی

دے رہا تھا جیسے حقیقت سے بہت دور وہ کوئی الف لیلوی کردار رہا ہو۔
سب سے پہلے تو میں انھیں یہ تنبیہہ کر دینا چاہتا ہوں کہ آئندہ تم سنگلی سے کبھی نہیں الجھو گے ——— !
ٹھیک ہے لیکن اس کیچوے سے بھی کہہ دینا کہ وہ میرے ساتھ تمیز سے بات کیا کرے جوزف نے خونخوار لہجے میں کہا۔
میں جانتا ہوں کہ تم ایک وحشی اور جنگلی قبیلے سے تعلق رکھتے ہو اس لیے خونخواری تمھاری جبلت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے لیکن یہاں تم سب کو ایک دوسرے کے جذبات کا خیال رکھنا ہوگا۔
یہ باتیں تم مجھے میرے کمرے میں بھی کہہ سکتے تھے۔
کیا ——— ؟
پلوڑکی آواز حد درجہ سرد تھی۔ شاید اسے جوزف کا اندازِ مخاطب ناگوار گزرا تھا۔
۔ اگلے ہی لمحے جوزف نے وھسو ٹیں کی تنبیہہ کے ہونٹوں پر ایک پر اسرار سی مسکراہٹ دیکھی اور وہ دل ہی دل میں کانپ گیا۔
لمحہ بھر کے لیے اسے یوں محسوس ہوا جیسے قہر و غضب کے دیوتا نے مسکرا کر اس کی بات کو لمحہ بھر کے لیے درگزر کر دیا ہو۔
مجھے خوشی ہے کہ تم اس قدر بہادر اور بے جگر ہو۔ میں ایسے ہی دوستوں کو پسند کرتا ہوں۔
"شکریہ۔"

لیکن تعریف و توصیف سے میری کارکردگی کبھی بھی متاثر نہیں ہوئی —— میں ہمیشہ دل و جان سے کام کرنے کا عادی ہوں اور نتائج کی کبھی پرواہ نہیں کرتا۔

آج اسی امتحان کے لیے میں نے تمھیں یہاں بلایا ہے۔

زرد کیبن سے پراسرار آواز ابھری۔

حکم کرو۔ میں تمھارے لیے کیا کر سکتا ہوں ——؟

سب سے پہلے تم یہ بتاؤ کہ میں تمھیں کس حد تک استعمال کر سکتا ہوں ——؟

پورٹر کی آواز سرسراتی سنائی دی۔

جوزف نے پہلے تو پرسوچ انداز میں زرد کیبن کی طرف دیکھا۔ پھر متانت سے بولا۔

جتنا تم اپنے کسی زرخرید غلام کو استعمال کرنے کا حق رکھتے ہو۔

مجھے تمھارے اس جواب سے بے پناہ خوشی ہوئی جوزف

اب تم مجھے یہ بتاؤ کہ عمران سے تمھارا کیا تعلق ہے ——؟

"عمران ——"

جوزف چونک پڑا۔

اس سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔

اگر کوئی بہادر جھوٹ بولتا ہے تو مجھے بہت دکھ ہوتا ہے۔ ظاہر ہے اس طرح ایک بزدل اور بہادر میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا۔

اگر تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میں غلط بیانی سے کام لے رہا ہوں۔ تو تمھاری
نام خیالی ہے۔

جوزف نے بڑا سا منہ بنا کر جواب دیا۔

کیا عمران تمھارا باس نہیں تھا ــــــ؟

پورڈر کی آواز بے انتہا سرد تھی۔

ماضی کا صیغہ استعمال کرتے وقت تمھیں احساس ہو جانا چاہیے تھا کہ ہم
صرف حال ہی پر بات چیت کر رہے ہیں۔

تمھارا کہنے کا مطلب ہے اب تمھارا اس سے کوئی تعلق نہیں
ہے ــــــ؟

ہاں ــــــ! میں یہی کہنا چاہتا ہوں۔

کوئی جذباتی لگاؤ ــــــ؟

میں اسے اپنا باپ خیال کرتا ہوں ــــــ!

اس کے باوجود کے اب تمھارا اس سے کوئی تعلق نہیں ــــــ؟

ہاں ــــــ! آقاؤں کا بدل جانا جذبات میں تغیر پیدا نہیں
کر سکتا۔ تم بھی صرف احکامات دینا سیکھو وصولیں کے انسان میں زیادہ گفتگو
کرنا پسند نہیں کرتا۔

ہوں ــــــ مجھے عمران کی لاش چاہیے اور یہ تم لاؤ گے ــــــ!

پورڈر کی سخت اور تحکمانہ آواز سنائی دی۔

عمران کی لاش۔

جوزف چونک کر کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اس کی پیشانی ایک لخت پسینے سے شرابور ہو گئی اور جسم یوں کانپنے لگا جیسے خود اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کرنے والی ہو۔

اچانک اس کے ذہن میں اوپر تلے کئی دھماکے ہوئے اور جوزف کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے کانوں میں "عمران کی لاش" کے الفاظ گرم گرم سلاخ کی طرح چھید کرتے ہوئے دماغ تک گھس گئے ہوں۔

لمحہ بھر کے لیے وہ بالکل ہی بھول گیا کہ وہ کہاں ہے اور اب کن حالات کا شکار ہو چکا ہے۔

غالباً تمھارا ذہن ابھی تک اس بات کو قبول نہیں کر سکا کہ تم اب میرے غلام ہو۔

پورٹر کی سخت آواز سنائی دی اور جوزف چونک پڑا

دیوتاؤں کی قسم تم نے مجھے جس امتحان میں ڈال دیا ہے باس وہ مجھے پاگل کر دے گا۔

جوزف کی آواز میں جوش کی کپکپی صاف عیاں تھی۔

غلاموں کو جذبات سے کیا کام ہے

پورٹر کی آواز میں سفاکانہ سرد مہری تھی۔

اگر غلاموں کے جذبات نہ ہوں تو وہ کبھی آقاؤں کے حکم پر جان کی بازی نہیں لگا سکتے۔

جوزف نے بھی اسی لہجے میں جواب دیا۔

یہ سنتے ہی زرد کمرے میں روشنیاں تڑپنے لگیں اور دھوئیں کا ہیولہ لرزنے لگا۔ اس کے ساتھ ہی کان پھاڑ قہقہہ سنائی دیا جو لحظہ بہ لحظہ بلند ہوتا چلا گیا۔

جوزف کی مٹھیاں غصے سے بھنچ گئیں اور جبڑوں کی ہڈیاں صاف دکھائی دینے لگیں۔

میں خوش ہوا ہوں جوزف ـــــــ تم واقعی ایک قابل فخر انسان ہو، میں تمہیں صرف اس لیے آزما رہا تھا کہ تم کل کلاں کہیں میرے راز بھی دوسروں کے سامنے نہ کھول کر رکھ دو۔

پورٹر کی سرسراتی ہوئی آواز اس مرتبہ پرسکون تھی۔

یہ میرے اصولوں کے خلاف ہے باس ـــــ میں نئے آقا کے پاس آتے وقت اپنی پچھلی زندگی فراموش کر دیتا ہوں۔

یہ بہت اچھی بات ہے۔ اگرچہ عمران میرا جانی دشمن ہے لیکن اس سے میں خود نپٹوں گا۔ میں تمہیں تمہارے اصول توڑنے پر مجبور نہیں کروں گا۔

یہی ایک صورت ہے کہ ہم زیادہ عرصہ تک ایک دوسرے سے نباہ کر سکیں گے ـــــ!

جوزف نے صاف گوئی سے کہا۔

میرا خیال ہے آج ہم دونوں ایک جگہ بیٹھ کر پئیں تو کیسا رہے گا؟

اگرچہ یہ بھی میرے اصول کے خلاف ہے لیکن میں تمہارے جذبات کا پاس داری کروں گا ـــــ آقا اور غلام میں کچھ فاصلہ ہونا ضروری ہے۔

بہرطور یہ میری خواہش ہے ——— میں آ رہا ہوں۔
پورڑ نے یہ کہا اور زرد کمرے میں روشنی کی لکیریں تڑپنے لگیں۔ سا
ہی دھوئیں کا ہیولیٰ دھیرے دھیرے معدوم ہوتا چلا گیا اور چند ہی لمحوں
کیبن میں صرف زرد رنگ کی پرسکون روشنی رہ گئی۔ کچھ دیر قبل تڑپنے والی روشنی
لہریں نہ جانے کہاں کھو گئیں تھیں۔
اچانک ایک ہلکا سا کھٹکا ہوا اور جوزف کی نگاہ زرد کیبن کے دروازہ
کے سامنے سے بلند ہوتے ہوئے فرش کے ٹکڑے پر پڑی۔ فرش کا وہ حصّہ
آہستہ آہستہ بلند ہوتا گیا اور پھر غیبی پورٹر کا چہرہ دکھائی دیا۔
جوزف نے غور سے اسے دیکھا لیکن جلد ہی اس نے منہ پھیر لیا
اس نے پہلے کبھی کسی انسان کا چہرہ ایسا نہیں دیکھا تھا۔
پورٹر کمرے میں آ گیا۔
اس کے ہاتھ میں ایک لمبی سی بوتل تھی جسے اس نے کمرے میں پڑے
ہوئے ایک میز پر ڈال دیا۔
اگلے ہی لمحے دونوں ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے پی رہے تھے۔
ابھی جوزف نے دوسرا ہی پیگ حلق سے نیچے اتارا تھا کہ اسے
یوں محسوس ہوا جیسے شراب نے اس کے اعصاب پر قبضہ کر لیا ہو۔
کیا بات ہے جوزف تم تو بہت بڑے پیکر ہو۔
پورڑ مسکرایا۔
ڈنک مار رہی ہے سالی ——— ہی ہی ہی ——— کبھی کبھی اسی طرح

دکھاتی ہے ــــــ بس ایک ہی موٹنٹ چیز ہے پاس جس سے

ہی ہی ــــــ جوزف دانت چمکاتا ہوا اچانک ہی ڈھیر

اچھی طرح سے ہلا کر اطمینان کرنے کے بعد عجیبی پورڈ نے کسی ہلکے پھلکے

کی طرح دونوں ہاتھوں میں اٹھالیا اور زرد کیبن کے سامنے کھلے ہوئے

کے دروازے سے نیچے اتر گیا۔

خانے کی سیڑھیاں اتر کر وہ ایک ایسے کمرے میں پہنچا جہاں ترتیب

سی مشینیں لگی ہوئی تھیں۔

طرف ایک عجیب وضع کی مشین کمرے کے درمیان میں موجود تھی۔

نے جوزف کو مشین کے سامنے بنے ہوئے ایک پلیٹ فارم

اور خود مشین کے عقب میں چلا گیا۔

لیور کو حرکت دینے کے بعد پورڈ نے سرخ رنگ کا ایک بٹن

لمحے ہی لمحے جوزف نیلگوں روشنی میں نہا گیا

چند ہی لمحوں بعد جوزف کی آنکھیں پھڑ پھڑائیں اور وہ آنکھیں کھول

بیٹھا ــــــ اگرچہ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں تاہم دیکھنے میں وہ

خوابیدہ محسوس ہو رہا تھا۔

مشین سے ایک ریسیور نکال کر اس کے ماؤتھ پیس میں بولنے لگا ــــــ

کیا تم میری آواز سُن رہے ہو ــــــ؟

ہاں باس۔ جوزف کی آواز دور سے آتی سنائی دی۔
میں چاہتا ہوں کہ تم عمران کو قتل کر دو اور اس کی لاش یہاں میرے پاس لے آؤ ـــــ کیا تم میری خواہش کا احترام کرو گے ـــــ؟
نہیں ـــــ!
جوزف کی مدھم سی آواز نکلی۔
ادھر مشین کی طرف دیکھو۔
پورٹر کی آواز سن کر وہ مشین کی طرف متوجہ ہو گیا۔ جس سے نیلگوں روشنی کا سیلاب پھوٹ رہا تھا۔
جیسے ہی جوزف نے ادھر دیکھا ایک سُرخ رنگ کی لہر نیلگوں روشنی میں سفر کرتی ہوئی اس کی پیشانی پر پڑنے لگی۔
جوزف کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کی پیشانی میں سانپ نے ڈس لیا ہو۔
اسی لمحے پورٹر کی آواز سنائی دی۔
"تم عمران کو قتل کر دو گے ـــــ تم عمران کو قتل کر دو گے"
کیا تم میری بات سن رہے ہو ـــــ؟
ہاں باس ـــــ میں اسے ختم کر دوں گا ـــــ!
تم اپنے جذبات پر قابو رکھو گے ـــــ اور اس وقت تمہارے ذہن میں صرف یہی خواہش ہو گی کہ تم اسے قتل کرنا چاہتے ہو۔
ہاں ـــــ یہ میری خواہش ہے۔ میں اسے قتل کر دوں گا۔ میں

اسے قتل کر دوں گا۔

جوزف بڑبڑاتا رہا ـــــــ اس کے ہونٹ ہل رہے تھے۔ اور مدھم

سی آواز پوروٹز ایئر پیس میں سن رہا تھا۔

اب تم سو جاؤ ـــــــ جب تم ہوش میں آؤ گے تو سوائے عمران کے

قتل کے باقی تمام باتیں بھول چکے ہو گے۔

یاد رہے عمران کو قتل کرنے میں تمہارے جذبات کو ہی دخل ہے۔

تم ذاتی طور پر اسے قتل کرنے کی خواہش رکھتے ہو۔

پوروٹز نے یہ کہہ کر رسیور ہینڈل سے لٹکا دیا اور مشین کے بٹن آف

کر دیئے۔

جوزف پلیٹ فارم پر بے سدھ پڑا سو رہا تھا۔



حملہ آور اچھل کر عمران پر آرہا اور وہ ارے باپ رے کا نعرہ لگا
ہوا اپنی جگہ چھوڑ کر الگ ہٹ گیا۔
بارش اپنے مکمل جوش و خروش کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ قدموں میں
خاصی کیچڑ ہو رہی تھی اس لیے عمران اپنا توازن برقرار نہیں رکھ سکا۔
وہ لڑکھڑایا اور پھسلتا ہوا دھڑام سے نیچے گر گیا ـــــ اسی لمحے
مقابل نے اس پر چھلانگ لگا دی۔
عمران نے اس کا دیو پیکر سایہ اپنے اوپر گرتا دیکھا تو کروٹ بدل لی۔
حملہ آور دھپ سے اس کے پہلو میں گرا۔
عمران نے دائیں ہاتھ کروٹ لی اور پوری قوت سے دونوں ٹانگیں

بتائیں۔

آہم۔

زخمی درندے کی سی غراہٹ سنائی دی اور عمران نے طاقت سے نشے میں مست بھینسے جیسے شخص کو دونوں ہاتھوں پر سنبھال لیا ورنہ وہ اس کے جارحانہ حملے کا شکار ہو جاتا۔

دونوں ہاتھوں کو بائیں طرف جھٹک کر اس نے ہاتھوں سے حملہ آور کو پھینک دیا اور پھرتی سے اٹھ گیا۔

برستی ہوئی بارش میں شہر اور کیچڑ میں لت پت وہ دونوں ایک دوسرے سے جنگلی بھینسوں کی طرح ٹکرا گئے تھے۔

عمران دل ہی دل میں حیران تھا کہ آخر حملہ آور کا کون سا اسکرو ڈھیلا ہے کہ وہ اسے اتنی دور پیدل چلا کر لایا اور اب دھینگا مشتی شروع کر دی۔ اگر اس سے نمٹنا ہی مقصود تھا تو شہر میں کیا کم جگہ تھی۔

پھر حملہ آور نے اب تک ایک بھی بات نہیں کی تھی جس سے عمران کو اس مہا بھارت کی وجہ معلوم ہوتی۔

اندھیرے کی وجہ سے حملہ آور کے خد و خال بھی پوشیدہ تھے۔

ارے بھائی کیا دھوبی گھاٹ۔ میرا مطلب ہے موت کے گھاٹ اتارنے کا پروگرام ہے ـــــ ب ـــــ بڑے بھائی۔

عمران نے حملہ آور کا دائیاں ہاتھ بائیں ہاتھ سے روکا اور دائیں ہاتھ کا گھونسہ لہرایا لیکن مقابل پھرتی سے پلٹ کر الگ ہٹ گیا۔ اسی لمحے عمران

کی پسلی پر ایک ٹھوکر پڑی اور وہ کیچڑ میں گر گیا۔
دھلائی کا ایک ایک پیسہ وصول کروں گا ـــــــــ ہاں۔
عمران بری طرح حلق پھاڑ کر دہاڑا اور پھرتی سے کروٹ بدل کر پھسلتا ہوا دور جا گرا ورنہ اس مرتبہ وزنی بوٹ کی ٹھوکر اس کے سینے پر ہی آٹھہرتی!
ٹھوکر مارنے کے لیے حملہ آور نے جو پاؤں اٹھایا تھا وہ نشانہ خطا کر گیا تو بائیاں پاؤں پھسل گیا ـــــــــ اگلے ہی لمحے اس کی دونوں ٹانگیں اٹھ گئیں اور وہ پشت کے بل دھڑام سے گر گیا۔
عمران جو اس وقت تک سنبھل گیا تھا اس نے چھلانگ لگائی اور زمین پر گرے ہوئے آدمی کو رگیدتا ہوا دور تک لے گیا۔
اب دونوں ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے تھے۔
لڑھکنیاں کھانے کی وجہ سے کبھی عمران اوپر آجاتا اور کبھی حملہ آور مختصر سے لیے عمران نے خود پر قابو پایا اور سر اچھالا۔
پیشانی کی ٹکر اوپر چڑھے ہوئے آدمی کی ناک پر پڑی اور وہ ڈکرا کر پیچھے ہٹ گیا۔
ابھی وہ اٹھ ہی رہا تھا کہ عمران نے لیٹے ہی لیٹے اس کے دو شاخے میں پوری قوت سے ٹھوکر جمائی۔
وہ دونوں ہاتھ رانوں میں دبا کر دوہرا ہو گیا اور پھر عمران نے اٹھتے اٹھتے ایک اور ٹکر آزمائی۔
ٹکر خاصی زوردار تھی مقابل یک دم رکوع سے سیدھا کھڑا ہو گیا وہ

ابھی چھوٹنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ عمران کے دونوں ہاتھوں کے گھونسے اوپر تلے اس کے پیٹ میں پڑے۔

بے آواز جھک کر حملہ آور ابھی سنبھلنے کی کوشش ہی کر رہا تھا کہ عمران نے اس کی گدی پر تگڑا سا ہاتھ جما دیا۔

چھپاک ـــــــ کی آواز سنائی دی اور وہ عمران کے قدموں میں گر گیا ـــــــ!

عمران نے پھرتی سے الگ ہونے کی کوشش کی لیکن اس کی دونوں ٹانگیں حملہ آور کے ہاتھوں میں آ چکی تھیں۔

اس نے زور لگایا اور اگلے ہی لمحے عمران پیٹھ کے بل زمین پر آ رہا۔ گرتے گرتے اس کی ٹانگیں اوپر اٹھیں لیکن اس نے ان کے بروقت استعمال سے حملہ آور کو دُور ہٹا دیا۔

دونوں ٹانگیں پوری قوت سے اس کے سینے پر پڑی تھیں لیکن وہ جلد ہی سنبھل گیا۔

اس سے قبل کہ عمران سنبھل کر کھڑا ہوتا اس کے سر پر ایک شدید ٹھوکر پڑی اور وہ سر میں نمودار ہونے والے ستاروں کی صحیح تعداد بھی شمار نہ کر سکا۔

سر کو جھٹک کر عمران نے سنبھالا لینے کی کوشش کی لیکن دوسری ٹھوکر نے ستاروں کے ساتھ چند ایک چاند اور سورج بھی اس کی کھوپڑی میں طلوع کر دیئے۔

وہ نشے میں وحشت شرابی کی طرح سر دائیں بائیں جھٹکتا ہوا اُٹھا اور پھر پیٹ پر ہاتھ رکھ کر دوہرا ہو گیا۔

مقابل نے دونوں ہاتھوں کو ملا کر ایک زبردست گھونسہ مارا تھا۔ اس کے فوراً ہی بعد اس کی پیٹھ پر دو تھپڑ پڑا۔

مارے غصے کے عمران کے پورے جسم میں آگ سی بھر گئی۔ وہ زخمی درندے کی طرح غرا کر پلٹا اور پھر اس کے چٹائی گھونسے نے حملہ آور کو زمین سے اکھاڑ دیا۔

وہ زمین سے ایک فٹ اوپر اچھلا اور پیٹھ کے بل دوبارہ زمین پر گر گیا۔ اسی لمحے عمران نے ٹھوکر ماری۔

ٹھوکر نہ جانے حملہ آور کے کہاں لگی تھی کہ وہ بُری طرح حلق پھاڑ کر چیخا۔ ساتھ ہی عمران کا خونخوار قہقہہ سنائی دی۔

اتنی ہی تکلیف ہوتی ہے تو گھر سے لڑنے کیوں نکلے تھے۔

وہ غرایا اور پھر اس کی ٹھوکریں زمین پر گرے ہوئے آدمی کو لڑھکاتی ہوئی دور تک لے گئیں۔

اچانک عمران کا پاؤں پھسل گیا۔

پاؤں کبھی دائیاں پھسلا تھا اور چونکہ اس کا دائیاں پاؤں آگے کی طرف اٹھا ہوا تھا اس لیے سنبھالا لینے کی کوشش میں بائیاں گھٹنا بری طرح زمین سے رگڑ کھا گیا۔

پتلون گھٹنے سے پھٹ گئی اور ساتھ ہی گھٹنا بھی چھل گیا۔ تکلیف کی شدید

ں اٹھی اور عمران نے دونوں ہاتھ کیچڑ سے بھری ہوئی زمین پر ٹکا کر اٹھنے کی
وشش کی۔
حملہ آور کو اس وقت تک خاصا وقت مل گیا تھا۔
وہ چیتے کی سی پھرتی سے آگے بڑھا اور عمران کے حلق سے دردناک چیخ
ںکل گئی۔
اس کے نرخرے پر پوری قوت سے ٹھوکر لگی تھی۔ لمحہ بھر کے لیے تو
مران کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کا سانس اٹک گیا ہو لیکن اگلے ہی لمحے اسے
انسوں کے شمار کو نظر انداز کرنے کی بجائے مدافعت کی فکر لاحق ہو گئی۔
اگر وہ فوراً ہی اپنا نچلا دھڑ لہرا کر ٹانگ نہ ہٹا لیتا تو حملہ آور کی دوسری
ٹھوکر اس کے دو شاخے میں ہی پڑتی۔
عمران نے کروٹ بدلتے ہی اس کی ٹانگ پر ہاتھ مارا۔
ٹانگ تو ہاتھ میں نہیں آئی البتہ حملہ آور کی پتلون کا پائنچہ اس کی مٹھی میں
آگیا۔
عمران نے پوری قوت سے اسے ہی کھینچ لیا۔
اگلے ہی لمحے اس کے ہاتھ میں کپڑے کی دھجی تھی اور وہ مقابل کے دونوں
ہاتھوں میں اٹھا چلا جا رہا تھا۔
عمران نے بہت ہاتھ پاؤں مارے لیکن وہ اس کے ہاتھوں پر اٹھتا ہوا
کندھوں سے بلند ہو گیا ——— پوری قوت سے عمران کو زمین پر پٹخ کر حملہ آور
نے فوراً ہی اس پر چھلانگ بھی لگا دی۔

زمین پر گرنے سے قبل ہی عمران نے اپنے حواس پر قابو پا لیا تھا۔ اس لیے وہ حیرت انگیز طریقے سے پاؤں پر آ کر کھڑا ہو گیا۔ لیکن چونکہ حملہ آور نے فوراً ہی اس پر زقند لگائی تھی اس لیے وہ اس کی جھونک میں آ گیا۔

دونوں ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے ایک مرتبہ پھر زمین پر آ رہے انہیں ایک دوسرے سے برسر پیکار ہوئے نصف گھنٹے سے زیادہ عرصہ ہو گیا تھا ـــــــ دونوں کے سانس دھونکنی کی طرح چل رہے تھے۔

بارش کے پانی سے ان کے جسم کا رُواں رُواں بھیگ گیا تھا۔

ایک دوسرے کے ہاتھوں سے شدید قسم کی ضربوں کی وجہ سے ان کے ہونٹوں اور ناک سے خون بہنے لگا تھا جو بارش کے پانی میں مل مل کر ان کے منہ میں پہنچ رہا تھا۔

اپنے ہی خون کا ذائقہ محسوس کر کے عمران پر پاگل پن کا دورہ پڑ گیا۔ اس نے معاملے کو فیصلہ کن مرحلے میں پہنچانے کے لیے اپنا مخصوص طریقۂ کار اپنانے کا ارادہ کیا لیکن۔

کیچڑ آلود زمین اس کے اس ارادے میں سب سے بڑی رکاوٹ تھی ـــــــ اس کا پاؤں بار بار پھسل جاتا تھا۔

اگر وہ اس وقت سڑک پر ہوتے تو یقیناً عمران اب تک حملہ آور کو زیر کر کے اطمینان سے اسے اٹھا کر واپس شہر کی جانب جا رہا ہوتا ـــــــ لیکن ستم ظریفیٔ قدرت دونوں کو یکساں مذاق کا نشانہ بنا رہی تھی۔

حملہ آور کے کئی حملے محض پھسلن ہی کی وجہ سے ناکام ہو گئے تھے۔ ناکامی کے ساتھ ساتھ گرنے کی وجہ سے الٹا اسے تکلیف بھی اٹھانی پڑی تھی ــــــ یہی حال عمران کا تھا۔

اسے سب سے گہری اور تکلیف دہ چوٹ بائیں گھٹنے پر لگی تھی۔ سرد ہوا اور بارش کے یخ پانی کی وجہ سے چوٹ اب بڑی تکلیف دہ ہو رہی تھی ــــــ! اسے یوں محسوس ہونے لگا جیسے اس کی بائیں ٹانگ بالکل ہی شل ہو گئی ہو۔

اب تک کی ورزش سے ان کے جسم پسینے میں نہا گئے تھے لیکن اس وقت پسینے اور بارش کے پانی نے مل کر پانی اور پسینے کی تخصیص ہی ختم کر دی تھی۔

عمران نے ایک مرتبہ پوری قوت سے حملہ آور کو دونوں ہاتھوں پر اٹھا لیا۔ اس وقت وہ نیچے گرا ہوا تھا اور وہ شخص اس پر سوار تھا۔

اسے جسم سے قدرے بلند کر کے عمران نے اپنا گھٹنا اس کی پیٹھ میں جمایا اور پھر ٹانگوں کے سہارے اسے دور پھینک دیا ــــــ اس کے بعد اسے زمین سے اٹھنے میں لمحہ بھر سے زیادہ وقت نہیں لگا۔

اٹھتے ہی عمران نے گر کر سنبھلتے ہوئے آدمی کو ایک ٹھوکر رسید کی اور پھر چھلانگ لگا کر اسے چھاپ لیا۔

حملہ آور کو نیچے دبا کر اس نے اس کے مضبوط بازوؤں کو گھٹنوں کے نیچے دبا لیا اب اس کے ہاتھ مشینی انداز میں چل رہے تھے اور ساتھ ہی تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد گھونسے اس شخص کے منہ پر پڑ رہے تھے۔

چند ہی لمحوں میں عمران نے اس کا بھرکس نکال دیا جب اس نے محسوس کیا کہ اب وہ مزید مقابلے کی سکت نہیں رکھتا تو اس کے ہاتھ رک گئے۔

اور وہ ہاتھ روک کر بولا۔

کیوں پیارے پیٹ بھر گیا یا اور تواضع کروں؟

تم زندہ نہیں جا سکتے ——!

نیچے گرا ہوا شخص دہاڑا۔

اور عمران کا ذہن بھک سے اڑ گیا۔

وہ چونک کر اٹھا اور اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھنے لگا اور بڑبڑایا۔

جوزف —— تم؟

ہاں —— لیکن —— میں تمہیں جان سے مار ڈالوں گا۔

جوزف کی غراہٹ میں درندگی تھی۔

وہ اچھلا اور عمران کے ارے ارے کرتے اس پر آ رہا۔ عمران لڑھکنیاں کھاتا ہوا گرتا چلا گیا۔

اس کے ذہن میں آندھیاں سی چلنے لگیں۔

وہ دونوں بے خودی میں نہ جانے کب تک ایک دوسرے سے
نٹے رہے !
گریشیا کے سانسوں میں طوفانی کیفیت پیدا ہو رہی تھی۔ جمال نے
نی سے اسے الگ ہٹایا اور گریشیا چونک کر اس کی طرف متوجہ ہو گئی۔
دونوں کی نگاہیں ملیں اور ایک مرتبہ پھر جمال نے اسے کھینچ کر سینے سے
الیا۔
گریشیا کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے عمر بھر وہ محرومیوں کا شکار رہی تھی لیکن
ب اس کی بے کیف زندگی میں بہاریں ہی بہاریں رقصاں ہو گئی ہوں۔
مجھے ایک بار ممی نے تمہارے بارے میں بتایا تھا جمال ——— اور اس

دن سے میں تمہاری جدائی کی آگ میں جل رہی تھی ــــــ تم کہاں تھے تم نے اس قدر قریب رہ کر بھی کیوں مجھے تڑپانا جاری رکھا۔ جواب دو جمال۔ جواب دو ــــــ گریشیا کے آنکھوں سے خوشی کے آنسو بہہ رہے تھے اور ہونٹوں پر شکایات کا دفتر تھا۔

جمال مسکراتا رہا اور پیار سے اس کے گالوں پر پھیلتے ہوئے موتیوں جیسے آنسوؤں کو انگشتِ شہادت کی پور سے گراتا رہا۔

تم بولتے کیوں نہیں جمال ــــــ؟

تم مل گئی ہو اب اور کیا کہوں۔

جمال نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

لیکن ــــــ لیکن وہ ــــــ اچانک گریشیا چونک کر اس سے دور ہٹ گئی۔

اور متوحش نگاہوں سے جمال کی طرف دیکھنے لگی۔

کیا ہوا ــــــ؟

جمال بے تابی سے لپک کر اس کے قریب پہنچ گیا۔

وہ تمہارے کمرے میں ــــــ لل ــــــ لاش ــــــ!

نہیں تو ــــــ میرے کمرے میں کوئی لاش نہیں ہے۔ جمال نے سنجیدگی سے اسے یقین دلانے کی کوشش کی۔

نن ــــــ نہیں ہے۔ کیا یہ سچ ہے جمال ــــــ گریشیا نے بیتابی سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ پھر وہ سانپ نما آدمی کہاں گیا ــــــ؟

کون سا آدمی ——؟
جمال ٹھٹھک کر چند قدم دور ہٹ گیا۔
وہی جو تمہیں دھمکا رہا تھا۔
گریشیا نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑ دیں۔
تم کیسے جانتی ہو —— بتاؤ —— تم نے اسے کب اور کہاں
...ھا۔
تمہارے کمرے میں ——!
اوہ تمہارا مطلب ہے۔ وہ فائر تم نے ہی کیا تھا ——؟
ہاں ——!
گریشیا نے سر جھکا لیا۔
میری گریشیا۔
جمال نے آگے بڑھ کر ایک مرتبہ پھر اسے لپٹا لیا۔
جانتی ہو اگر تمہارا نشانہ خطا ہو جاتا تو ہم کن دشواریوں میں مبتلا ہو جاتے۔
گریشی تم نے ایسی حماقت کیوں کی تھی ——؟
نہ جانے کیوں —— میں اپنے جذبات پر قابو نہیں رکھ سکی۔ میرے
...میں یہ خیال جڑ پکڑ گیا تھا کہ وہ تمہیں جان سے مار ڈالے گا۔
لیکن اس وقت میں تمہارے لیے ایک اجنبی سے زیادہ کچھ حقیقت
...رکھتا تھا پھر تم نے میرے لیے ایسا انتہائی قدم کیوں اٹھایا۔؟
میں بتا چکی ہوں کہ میں خود نہیں جانتی مجھے کیا ہو گیا تھا۔ آخر وہ گیا کہاں ——؟

جواباً جمال نے بڑی تفصیل سے اسے بتایا اور جب اس نے سنگی کر اتنی بلندی سے گرنے کے باوجود زندہ حالت میں چلے جانے کی اطلاع دی تو گریشیا منہ پھاڑے اسے گھورنے لگی۔

تمہارا مطلب ہے وہ زندہ ہے۔

ہاں ——— ! وہ زندہ ہے اور اب وہ زخمی سانپ کی طرح ہی خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔

آخر وہ تم سے چاہتا کیا ہے ؟

میرے پاس کچھ کاغذات ہیں جن کے لیے اس نے مجھے دو لاکھ کی پیش کش کی ہے۔ اور انکار کی صورت میں مجھے جان سے مارنے کی دھمکی دے کر گیا ہے ——— !

پھر ——— پھر ——— تم نے کیا جواب دیا ——— ؟

انکار ——— !

جمال نے پُر نخوت لہجے میں جواب دیا۔

آخر وہ کاغذات کیسے ہیں ——— ؟

یہ وہی کاغذات ہیں گریشی جن کے لیے میرے ماموں اور تمہارے ڈیڈی کو پتھر کی لاشوں میں تبدیل کر دیا گیا تھا۔

کیا ——— ؟

گریشیا یہ سن کر سر سے پاؤں تک کانپ گئی۔

اسے کسی ناتواں بچی کی طرح کانپتے دیکھ کر جمال نے اس کا ہاتھ تھام لیا لیکن

گریشیا اس سے لپٹ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔
عین اسی وقت دروازے پر دستک سنائی دی۔
جمال چونک پڑا۔
گریشیا بھی اپنی حالت کو سنبھالنے لگی ـــــ چند لمحوں بعد
اس نے مطمئن لہجے میں پوچھا ـــــ ؟
کون ہے ـــــ ؟
دروازہ کھولو ـــــ میں ہوں گریشی۔
اوہ ـــــ ممی ـــــ !
گریشیا نے جمال کی طرف دیکھا ـــــ اور بوکھلا کر یوں اِدھر اُدھر
کمرے میں دیکھنے لگی جیسے اسے چھپانے کے لیے کسی مناسب جگہ کی تلاش
رہی ہو۔
جمال شائد اس کی پشیمانی کو بھانپ گیا تھا۔ وہ مسکرانے لگا اور پھر گریشیا
کی آنکھوں میں مچلتی ہوئی خاموش التجاؤں کی پرواہ کیے بغیر دروازے کی طرف
بڑھ گیا۔
جیسے ہی اس نے دروازہ کھولا باہر کھڑی ہوئی رتنا کی نگاہ اس پر پڑی
وہ ٹھٹھک کر کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔
تم ـــــ تم کون ہو ـــــ اور یہاں اس کمرے میں کیا کر رہے ہو۔؟
اس نے حیرت اور خوف کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ جمال کی
طرف دیکھا۔ غالباً وہ اپنی جوان بیٹی کے کمرے میں رات کے اس پہر ایک

اجنبی نوجوان کو دیکھ کر بوکھلا گئی تھی۔
جمال دروازے سے الگ ہٹ گیا۔
وہ اندر آ گئی۔
اس نے گریشا کی طرف دیکھا اور گریشا نے نگاہیں جھکا دیں۔
رتنا کی بوڑھی آنکھوں میں ایک تیز چمک پیدا ہو گئی۔ اور اس نے نفرت بھرے انداز میں باری باری دونوں کو گھورنا شروع کر دیا۔
جمال سمجھ گیا کہ وہ ان کے بارے میں کسی غلط فہمی کا شکار ہو گئی ہے تو وہ مسکراتا ہوا آگے بڑھا اور فرش پر گرا ہوا وہ خط اٹھا لیا جو گریشا کے ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا۔
پہلے اسے پڑھ لیں تاکہ تعارف کرانے میں آسانی رہے۔
رتنا نے اسے گھور کر دیکھا اور پھر خط پر نگاہیں گاڑ دیں خط کی تحریر پر نگاہ پڑتے ہی وہ چونک پڑی اور پھر اس کی نگاہیں یوں تحریر پر پھسلتی چلی گئیں جیسے دیا سلائی مصالحے پر رگڑ کھاتی ہوئی ایک سرے سے دوسرے سرے تک چلی جاتی ہے۔
خط ختم کر کے اس نے نگاہیں اٹھائیں اور جمال کی طرف دیکھا تو جمال کا دل بھر آیا۔
ماماتا رتنا کی آنکھوں سے چھلک پڑی اور اس نے لپک کر جمال کو سینے سے لگا لیا ــــــ!
تم اتنے سے تھے ــــ رتنا نے ہاتھ سے فرش پر اندازاً ناپ بناتے

ہوئے کہا ـــــــ لیکن بیٹے تم تو بہت دن سے یہاں ہو پہلے تم نے خود کو کیوں ظاہر نہیں کیا ـــــ؟

دراصل میں خود بھی لاعلم تھا ـــــ جمال مسکرایا۔

اوہ ـــــ کاش جارج اس وقت زندہ ہوتا۔ وہ تمہیں دیکھ کر کتنا خوش ہوتا۔

رتنا کا لہجہ بھر آگیا ـــــ اور وہ ساڑھی کے پلو سے اپنی آنکھوں کے کنارے صاف کرنے لگی جن میں آنسو بھر آئے تھے۔

گریشیا نے آگے بڑھ کر ماں کا ہاتھ تھام لیا اور اسے سب باتیں تفصیل سے سنا دیں۔

نہیں بیٹے ـــــ نہیں ـــــ تم اب ان منحوس کاغذات کو اپنے پاس نہیں رکھو گے ـــــ میں اس بڑھاپے میں غم اٹھانے کی تاب نہیں رکھتی۔

رتنا نے بے تابی سے آگے بڑھ کر جمال کو سمجھانے کی کوشش کی۔ اور جمال کے چہرے پر سختی کے آثار پیدا ہونے لگے۔

میں ان درندوں سے نپٹ لوں گا ممی ـــــ آپ فکر مند نہ ہوں۔

نہیں بیٹے ـــــ نہیں ـــــ!

رتنا نے سر کو بے تابی سے انکار کرنے کے انداز میں دائیں بائیں سے کرتے ہوئے بیقراری سے کہا۔

میں نے ماموں جان کی بے جان اور پتھرائی ہوئی لاش کے سامنے

کھڑے ہو کر قسم کھائی تھی ممی کہ میں ان کے کام کو جاری رکھوں گا اور ان کے دشمنوں سے بدلہ لوں گا۔

جمال نے پرجوش لہجے میں کہا۔

نہیں ـــــ تم ایسا نہیں کرو گے ـــــ اس مرتبہ رتنا کی آواز میں بے پناہ سختی تھی ـــــ وہ کاغذات میرے حوالے کر دو ـــــ شاید تم جانتے نہیں ان لوگوں سے نپٹنا تم اکیلے کے بس کا روگ نہیں۔

لیکن ممی۔

جمال نے کچھ کہنا چاہا۔

لیکن ویکن کچھ نہیں ـــــ اگر تم اپنی ضد پہ قائم رہنا چاہتے ہو تو پہلے ہم دونوں کا گلا گھونٹ دو ـــــ تم جوانی کے جوش میں تمام اندیشوں سے بے نیاز ہو لیکن میں ان کاغذات کی تباہ کاری سے واقف ہوں۔

لیکن ممی ـــــ!

جمال ـــــ میں ـــــ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ میرا تم پر کچھ حق ہے تو بیٹے ـــــ میری بات مان لو۔

آپ کا کہنا بجا ہے ممی۔

مان لیجئے ناں جمال ـــــ گریشا نے آگے بڑھ کر کہا۔ اور جمال کی نگاہیں اس کی طرف اٹھ گئیں۔

چند لمحے وہ سب ایک دوسرے کی طرف خاموشی سے دیکھتے رہے

پھر مردہ سے لہجے میں جمال بول اٹھا۔
اگر آپ دونوں کی یہی ضد ہے تو پھر۔
جمال یہ کہہ کر خاموش ہو گیا۔ اور دونوں کو گھورنے لگا۔
گریشیا اور رتنا دونوں اسے دیکھ رہی تھیں۔ شاید انہیں اس بات کا انتظار تھا کہ جمال اپنے جملے کے آخر میں کیا کہنے جا رہا ہے۔
کیا آپ یہ چاہتی ہیں کہ میں کا غذات ان لوگوں کے حوالے کر دوں ——؟
جمال نے ایک مرتبہ پھر جذباتی لہجے میں خیال کا دھارا موڑ دیا ——!
ہاں بیٹے —— اب ہم دونوں کا اس بھری دنیا میں کوئی نہیں ہے اگر تمھیں کچھ ہو گیا تو۔
رتنا کا لہجہ پھر بھرا گیا۔
اور جمال ایک لمحہ توقف کے بعد بڑبڑایا۔
اگر آپ دونوں کی یہی خواہش ہے تو میں اس کا احترام کروں گا۔
وہ یہ کہہ کر دھیرے دھیرے قدم اٹھاتا ہوا دروازے تک پہنچا اور مڑے بغیر دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔
رتنا نے ایک طویل سانس لی اور گریشیا کی طرف دیکھنے لگی ——!
گریشیا کے چہرے پر شرم و حیا کی سرخی پھیل گئی۔ اور اس نے نگاہیں جھکا لیں۔
رتنا کے ہونٹوں پر مطمئن مسکراہٹ دوڑ گئی۔

عمران نے ایک سیکنڈ کے دسویں حصے میں خود پر قابو پایا کیونکہ جوزف کا انداز اس مرتبہ انتہائی جارحانہ تھا۔

جوزف اس طرح آگے بڑھ رہا تھا جیسے وہ ایک لمحے کے لیے بھی عمران کا وجود برداشت کرنا اس کے لیے مشکل رہا ہو۔

عین اسی وقت ہواؤں نے بادلوں کا لحاف چاند کے چہرے سے سرکا دیا تھا۔

چاندنی میں جوزف کا دیو ہیکل جسم اسے اپنی طرف دکھائی دیا اور پھر جوزف نے ایک ماہرانہ فلائنگ کک لگائی۔

عمران نے پہلے تو چلا کر اسے باز رہنے کی تاکید کی تھی لیکن جب جوزف

حملہ آور ہو ہی چکا تھا تو مدافعت ناگزیر ہو گئی۔
وہ پھرتی سے الگ ہٹ گیا
جوزف کا حملہ کار آمد ثابت نہ ہو سکا ـــــــ وہ پیٹھ کے بل کیچڑ میں گر گیا ـــــــ!
یہ عمران کی خوش قسمتی تھی کہ اس نے بروقت خود کو الگ ہٹا لیا ورنہ جوزف کے دونوں پاؤں اس کے سینے پر پڑے ہوتے اور وہ کراہتا ہوا زمین چاٹ رہا ہوتا۔
میں ایک بار پھر تمہیں تنبیہہ کرتا ہوں جوزف کہ رک جاؤ۔
عمران حلق کے بل دہاڑا۔
میں اب تمہارا پابند نہیں ہوں۔
جوزف ہانپتا ہوا بولا اور وہ ایک مرتبہ پھر اچھلا۔
عمران نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں اور اس کے ہونٹوں پر بڑی ہی پراسرار مسکراہٹ دوڑ گئی۔
یہ خیال اچانک ہی اس کے ذہن میں آ گیا کہ اسے اور جوزف کو اس حالت میں دیکھ کر وہ لوگ کیا خیال کرتے جن کے سامنے جوزف اس کی پوجا کرنے کی حد تک عزت کرتا تھا اور اس کے ایک اشارے پر جہنم تک میں کود جانے سے گریز نہیں کرتا تھا۔
اور پھر۔
اس کے ذہن میں جوزف کی دیوانگی کا خیال آیا ـــــــ جوزف کے

ہوش و حواس بجا ہوتے تو وہ کبھی اس کے خون کا پیاسا نہیں ہو سکتا تھا۔

پھر یہ کیا ہو رہا تھا ـــــــ؟

پھر یہ خواہش اس کے ذہن میں کیونکر پیدا ہوئی کہ جوزف انجام کار اس کی موت کا خواہاں تھا۔

یہ بات کس طرح حلق سے اترتی نہ تھی کہ جوزف اس وقت ٹرانس میں رہا ہو گا جوزف ایک ایسا شخص تھا جسے اس سے اندھی عقیدت تھی اور وہ عمران کے دشمنوں سے نپٹنے کے لیے اپنی ہستی تک کو نابود کرنے سے باز نہیں رہ سکتا تھا۔

کہیں میک اپ ــــــــــ؟ عمران کے ذہن میں ایک اور خیال پیدا ہوا اور اس نے فوراً ہی اسے ذہن سے جھٹک کر جوزف کی طرف دیکھا۔

صورت حال انتہائی پیچیدہ ہو گئی تھی۔

جوزف نے کہیں سے خنجر نکال کر ہاتھ میں لے لیا تھا۔ چاندنی میں خنجر کی چمک لمحہ بھر کے لیے ہی عمران کو دکھائی دی تھی اور پھر وہ جوزف کو گھورنے لگا جو مست ہاتھی کی طرح جھومتا ہوا اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔

عمران اس کی فلائنگ کک سے بچ کر کافی فاصلے پر جا کھڑا ہوا تھا۔ اور جوزف چونکہ کیچڑ میں گرا تھا اس لیے اسے اٹھنے میں کچھ دیر ہو گئی۔

فاصلہ لحہ بہ لحہ کم سے کم تر ہوتا جا رہا تھا۔

عمران نے دل ہی دل میں فیصلہ کر لیا کہ وہ جوزف کو بے بس کر

دے گا ———— یہ بات تو طے تھی کہ جوزف اسے جان مارنے کی خواہش رکھتا ہے۔

چونکہ عمران کی دانست میں وہ کسی خاص ذریعے سے اس خواہش میں مبتلا کیا گیا تھا اس لیے وہ بے قصور ہے۔

عمران کو زندگی میں پہلی مرتبہ احساس ہوا کہ اس کے دل میں جوزف کے لیے بے پناہ پیار ہے ———— اس وقت جب کہ وہ اس کے خون کا پیاسا ہو رہا تھا۔ عمران کے دل میں اسے ذرا برابر بھی زخمی کرنے کی خواہش پیدا نہیں ہوئی۔

لیکن یہ وقت خاموش رہنے کا بھی نہیں تھا۔

جوزف کے ہاتھ میں خنجر تھا ————۔ اور دل میں عمران کو قتل کرنے کی خواہش ———— !

عمران نے لمحہ بھر کے لیے جوزف کی طرف دیکھا اور مسکرا دیا۔

سرکنڈوں کی روحیں اس وقت تمہارے آس پاس لہرا رہی ہیں جوزف ———— تم اپنے باس کو قتل کرنے جا رہے ہو۔ ———— کیا تم سمجھتے ہو کہ کل جب تم مر جاؤ گے تو تمہاری روح ————؟

فادر جوشوا کی قسم ———— میں اس وقت ————

جوزف نے دانت پیستے ہوئے جملہ ادھورا ہی چھوڑ دیا اور عمران پر زقند لگائی۔

چند لمحے سانسوں پر قابو پانے میں لگے اور پھر وہ جھک کر جوزف کی تلاشی لینے لگا۔

اگلے ہی لمحے وہ چونک کر سیدھا ہو گیا۔ جوزف کے پاس ریوالور نہیں تھا ——— کیوں؟؟؟ عمران کے ذہن میں یہ جملہ کئی بار گھوم گیا اور پھر وہ چونک کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

ریوالور کے بارے میں یہ خیال بھی اچانک ہی پیدا ہوا تھا کہ لڑائی بھڑائی میں کہیں نکل گیا ہو گا۔ تلاش بسیار کے بعد وہ واپس لوٹا تو اسے احساس ہوا کہ وہ لڑتے ہوئے سڑک سے ایک فرلانگ دور پہنچ گئے تھے۔

جوں جوں وقت گزرتا جا رہا تھا عمران کو گیلے کپڑوں کی وجہ سے سردی سی محسوس ہو رہی تھی ——— سردی کی وجہ سے زخمی گھٹنے نے الگ تکلیف دینا شروع کر دی۔

اچانک اس نے جوزف کے جسم کو متحرک دیکھا۔

جوزف چند لمحے کسمسایا اور پھر اس کی آنکھیں کھل گئیں۔

اس نے لیٹے ہی لیٹے ادھر ادھر دیکھا اور پھر عمران کو دیکھ کر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

اگلے ہی لمحے وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر گھور رہا تھا۔

ب ——— باس ——— تم ———؟

کک ——— کہاں ——— عمران کی شریر طبیعت میں چہل آئی اور اس نے جھک کر گویا خود کو تلاش کرنے کی کوشش کی۔

جوزف کے حلق سے غراہٹ نکلی جو بلاشبہ زخمی درندے کی غراہٹ سے ملتی جلتی تھی۔

ناک پہ لگنے والا فولادی گھونسہ رنگ لایا ـــــــ جوزف کی ناک سے خون کا فوارہ بہہ نکلا۔

عمران نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ اس نے پے درپے کئی چٹانی گھونسے اس کی کنپٹیوں اور جبڑوں پر رسید کیے۔ نتیجتاً جوزف نشے میں دھت شرابی کی طرح لہرایا اور ڈھیر ہوگیا۔

خنجر کچھ فاصلے پر پڑا تھا۔

عمران نے اس پر قبضہ کرلیا اور جوزف کی طرف دیکھنے لگا۔ جو آس پاس سے بے خبر گہری بے ہوشی میں مبتلا تھا۔

"بورڑھے۔"

عمران زیر لب بڑبڑایا اور اس کے جبڑے سختی سے بھنچ گئے۔ جوزف کو بے ہوشی کی حالت میں، خون اور کیچڑ میں لت پت، قابل رحم حالت میں دیکھ کر اس کا پورا جسم غصے کی آگ سے جلنے لگا۔

بارش رکے ہوئے دیر ہوچکی تھی ـــــــ سردی کا احساس کچھ یوں بھی نہیں ہو رہا تھا کہ اب تک خاصی ورزش ہوچکی تھی۔ البتہ گیلے اور کیچڑ آلود کپڑوں کی وجہ سے وحشت ہونے لگی۔

جوزف تو خیر صورت سے ہی سیاہ فام تھا خود عمران اس وقت اسے بھی مات کر رہا تھا ـــــــ کیچڑ نے اس کا حلیہ بھی بگاڑ کر رکھ دیا تھا ـــــــ

عمران جو اس وقت محض اس لیے مبہوت تھا کہ جوزف جیسا توہم پرست اس وقت روحوں اور بد روحوں کو خاطر میں ہی نہیں لا رہا تھا ——— جب کہ روحوں اور بد روحوں کے حوالے پر ہی وہ بید مجنوں کی طرح کانپنے لگتا تھا۔

عمران نے پھرتی سے الگ ہٹ کر جوزف کا خنجر والا ہاتھ پکڑ لیا اور پوری قوت سے مروڑ کر اس کی پیٹھ تک لے آیا ——— بازو مڑ جانے کی وجہ سے جوزف رکوع کے انداز میں دوہرا ہو گیا۔

عمران نے خنجر چھین لیا اور جوزف کی پیٹھ میں ایک زوردار ٹھوکر جمائی ——— جوزف منہ کے بل زمین پر آ رہا۔

اور پھر عمران پر دیوانگی طاری ہو گئی۔

ایک زبردست ہک جوزف کی کنپٹی پر پڑا۔

وہ لہرایا اور سنبھلنے کے لیے یوں ہاتھ پھیلائے جیسے کسی سہارے کی تلاش رہی ہو لیکن عمران نے گھٹنا پوری قوت سے اس کے جھکے ہوئے منہ پر جمایا۔

جوزف ڈکرا کر سیدھا ہو گیا۔

عمران نے دائیں ہاتھ کا گھونسہ اس کی کنپٹی پر آزمایا یہ وہ ہاتھ تھا جو بڑوں بڑوں کو خاک چاٹنے پر مجبور کر چکا تھا لیکن جوزف چند قدم پیچھے ہٹ کر رہ گیا۔

اگرچہ اس مرتبہ جوزف نے سنبھلنے میں بڑی پھرتی کا مظاہرہ کیا تھا تاہم عمران پر اب خونخواری سوار تھی۔

اس نے لیفٹ ہک جوزف کے پیٹ میں مارا اور دائیں ہاتھ کا گھونسہ عین ناک پر۔

ہاہاہا ——— آہ ——— جوزف کے حلق سے قہقہہ
بھر کے لیے آزاد ہوا اور پھر اس نے کراہ کر جبڑہ سنبھال لیا ——— شاید
میں پھاڑ کر ہنسنے سے اسے خاصی تکلیف محسوس ہوئی تھی۔

یہ سب کیا ہے باس ———؟

ابے کیوں چکروے رہا ہے ——— عمران نے کراہ کر کہا۔ گھنٹہ
سے مار مار کر میرا بھرکس نکال دیا اور اب باس باس کی رٹ لگائے ہوئے
——— ابے کا لیے۔

مم ——— میں نے تمہیں مارا ہے ———؟

ہاں ———!

کیوں مذاق کرتے ہو باس ——— جوزف نے دانت نکال دیئے
——— لیکن جب عمران نے اسے ساری بات سنائی تو حیرت سے
ں کا چہرہ بگڑ گیا اور عمران یہ سمجھے بغیر نہ رہ سکا کہ اسے واقعی کچھ یاد نہیں رہا۔
اور پھر وہ بوکھلا کر پیچھے ہٹ گیا۔

لیکن۔

جوزف اس کی ٹانگوں سے لپٹا بری طرح دھاڑیں مار مار کر رو رہا تھا
عمران خود کو چغد، الو اور نہ جانے کیا کیا تصور کرتے ہوئے بوکھلا کر
ں کے سر پہ ہاتھ پھیرنے لگا۔

تم میرے باس ہو ——— تم میرے ——— بب ———
ں ——— مجھے معاف کر دینا باس۔

وہ رو رہا تھا اور عمران ٹھنڈی آہیں بھر بھر کر اسے خاموش رہنے کی تلقین کر رہا تھا لیکن اس کی ہر پچکار کے بعد جوزف کی دھاڑوں میں تیزی ہی آتی چلی گئی۔

رتنا اور گریشا سیرائے کے کام سے فارغ ہو کر جمال کے کمرے میں آ گئیں۔ رتنا اپنی جگہ مطمئن تھی کہ اس نے جمال کو کاغذات دینے پر رضامند کر لیا ہے ادھر جمال کو بھی شاید حالت کی نزاکت کا احساس ہو گیا تھا۔

وہ بھری دنیا میں تنہا تھا ایک ڈاکٹر اسلم کا سہارا تھا لیکن وہ عبرتناک موت کا شکار ہو کر پتھر کی لاش میں تبدیل ہو چکے تھے۔

جوانی کا جوش ـــــــ ماموں کی محبت اور اس کی پتھرائی ہوئی لاش کی کھائی ہوئی قسمیں اسے بار بار کچوکے لگا رہی تھیں لیکن جیسے ہی اس کا ارادہ مضبوط ہونے لگتا گریشا کا چاند سا چہرہ سامنے آ جاتا۔

وہ تلملا کر رہ جاتا۔

گریشیا کے ساتھ وہ پہلے ہی بے رخی کا اظہار کر کے پہلے ہی بہت زیادتی
کا تھا دوسرے رتنا ـــــــــــ جو بڑھاپے میں شوہر کی بیتھر ائی ہوئی
ں دیکھ کر ادھ موئی ہو چکی تھی اب خود میں مزید صدمات سہنے کی ہمت نہ پاتی تھی۔
یہی وجہ تھی کہ اس نے جمال کو جب اچانک پالیا تو اسے ہی نعمتِ
متدقبہ خیال کرتے ہوئے اس سے ہاتھ دھونے کے لیے تیار نہ تھی۔
وہ تنہا تھی اور عمر کی آخری دہلیز پر قدم رکھنے والی تھی۔
اس کے بعد گریشیا بالکل تنہا رہ جاتی۔
اور یہ بات رتنا کسی طور بھی برداشت نہیں کر سکتی تھی کہ اس کی جواں سال
ٹی بعد میں پُر مصائب زندگی سے نبرد آزما رہے۔
جمال اور گریشیا کی شادی اگرچہ ان کے بچپن میں ہی ہو گئی تھی ـــــــ لیکن
ہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھے بغیر اپنی اپنی جگہ انتظار کی آنچ میں سلگ
ہے تھے۔
اور اب ـــــــــ امتدادِ زمانہ کی کروٹیں ایک مرتبہ انہیں یکجا
ر رہی تھی کہ جدائی کا خیال ہر ایک کے لیے جانکاہ تھا۔
اس وقت وہ تینوں کمرے میں بیٹھے سنگلی کا انتظار کر رہے تھے ـــــــــ
سرائے پر گہری خاموشی مسلط تھی۔
سب لوگ اپنے اپنے کمروں میں محوِ خواب تھے۔
گریشیا کا مشورہ تھا کہ ان لوگوں کو ہال ہی میں بیٹھ کر سنگلی کا انتظار کرنا
چاہیے لیکن رتنا اور جمال کے خیال میں کمرے میں رہنا ہی مناسب تھا۔

آخر اس میں حرج ہی کیا ہے ——— ممی ——— ؟
گریشیا نے پوچھا۔
کیا تم چاہتی ہو کہ کسی کے علم میں معاملے کی بھنک پڑ جائے ؟
رتنا غرائی۔
وہ یہاں خطرناک بھی ثابت ہو سکتا ہے۔
گریشیا نے تاویل پیش کی۔
تمہیں فکر مند نہیں ہونا چاہیے گریشی ——— اگرچہ معاملہ صرف
ہے کہ وہ رقم لائے گا اور کاغذات لے جائے گا لیکن اگر وہ کسی اوچھے
پر اتر آیا تو میں پوری طرح مسلح ہوں۔
جمال نے پرجوش لہجے میں اسے تسلی دی۔
کیا آپ نے ان کاغذات کا مطالعہ کیا ہے ——— ؟
گریشیا نے دریافت کیا۔
نہیں ——— !
میں ابھی تک انہیں نہیں دیکھ سکا ——— کل رات ارادہ تھا
——— لیکن آپ لوگوں کی ضد نے مجھے اپنا ارادہ تبدیل کرنے پر
کر دیا تو میں نے محض اس لیے ان کو دیکھنا پسند نہیں کیا۔ مبادہ میرے ذہن
آپ کی خواہش کو پامال کرنے کا خیال پیدا ہو جائے۔
کیا وہ کاغذات آپ نے کسی محفوظ جگہ رکھے ہوئے ہیں۔
گریشیا شاید سنگلی کی آمد سے خوفزدہ تھی اس لیے وہ مسلسل باتیں

ہی تھی۔

ہاں ——— جمال مسکرایا ——— ایک ایسی جگہ جہاں کسی کا دھیان

نہیں جا سکتا۔

اوہ ——— ممی آپ تو ان کاغذات کے بارے میں جانتی ہی ہوں گے

———؟

گریشیا رتنا کی طرف مڑی۔

نہیں ———!

تمہاری ڈیڈی اس معاملے میں بہت سخت تھے ——— یقین مانو میں

نے کئی مرتبہ اس سلسلے میں انہیں کریدنے کی کوشش کی تھی لیکن انھوں نے

بڑی سختی سے منع کر دیا۔

اوہ ——— کیا یہ کاغذات اتنے ہی خطرناک ہیں ———؟

گریشیا کانپ گئی۔

ہاں بیٹی ——— تمہارے ڈیڈی ہر مرتبہ یہی کہتے تھے کہ جس دن انھوں

نے کاغذات کے بارے میں مجھے بتا دیا اس دن سے میری زندگی ریوالور کی

نال پہ پہنچ جائے گی۔ شاید میں اب تک اسی لیے زندہ ہوں۔

لیکن ممی ——— آخر اس کی بھنک ایسے لوگوں کے کانوں میں کیوں

پڑ گئی۔ جو اس کے حصول کے لیے قتل وغارت کا بازار گرم کیے ہوئے ہیں۔

آہ ——— یقین مانو اس دنیا میں ابھی تک ایسے لوگ موجود ہیں جن

کے ساتھ آستین کے سانپ والا مقولہ بالکل فٹ بیٹھتا ہے۔

اوہ ـــــ کیا کوئی اپنا ہی آدمی ہے ـــــ؟

گریشیا چونک پڑی۔

ہاں بیٹی ـــــــــــ دراصل ڈاکٹر اسلم، تمہارے ڈیڈی اور پاپا قادر تینوں ایک جان سہ قالب تھے ـــــــ یہ کہہ کر رتنا ہنس پڑی ـــــــ لیکن اس کی ہنسی میں کھوکھلا پن تھا کیونکہ دروازہ کھل چکا تھا اور وہ ٹکٹکی باندھے ادھر دیکھ رہی تھی۔

دروازے میں سنگی کھڑا تھا۔

جمال اور گریشیا بھی چونک کر ادھر دیکھنے لگے۔

گریشیا کا دل اچھل کر حلق میں آگیا۔ اس نے اس قدر بھیانک چہرہ اور اتنا بھیانک آدمی پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

اسے یاد آگیا کہ وہ اس خوفناک شخص کے بارے میں بارہا سن چکی ہے۔

سنگی نے سب کو اپنی طرف متوجہ پایا تو اس کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ اس کے چہرے پر لمبے زخم نے اس کی مسکراہٹ کی سفاکی میں اضافہ کر دیا۔

مجھے خوشی ہے کہ آپ لوگ میرا انتظار کر رہے تھے۔!

وہ مسکراتا ہوا آگے بڑھا اور دروازہ بڑھتے وقت ٹھوکر مار کر بند کر دیا۔

اب وہ لاٹھی کی طرح سیدھا کھڑا تھا۔

میں اس دوستانہ فضا کو محسوس کرتے ہوئے سمجھ رہا ہوں کہ تم نے کاغذات میرے حوالے کرنے کا ارادہ کر لیا ہے۔

اس مرتبہ وہ جمال سے مخاطب تھا۔
کیا تم رقم لائے ہو؟
معاف کرنا دوست ــــ پہلے کاغذات ــــ!
تو پھر تمھیں اجازت ہے کہ انہیں قدموں واپس جاؤ اور رقم لے آؤ ــــ!
جمال نے لاپرواہی سے کندھے جھٹک کر جواب دیا۔
سنو ــــ نوجوان ــــ سنگلی کی آواز میں سانپ کی سی پھنکار پیدا
ں۔ تم ان عورتوں کے سامنے ہیرو بننے کی کوشش نہیں کرو گے۔ اگر تم چاہو
تمہیں اپنے بازو کا زخم اب بھی دکھا سکتا ہوں۔
تم ان خواتین کی موجودگی میں اس قسم کی گفتگو کر کے کوئی عقلمندی کا ثبوت
ں دے رہے۔ رقم لاؤ اور کاغذات لے جاؤ۔
لاؤ کاغذات دکھاؤ ــــ اطمینان کر لینے کے بعد رقم بھی مل جائے

رقم کی موجودگی کے بغیر کاغذات نہیں دکھائے جا سکتے۔
جمال نے مستحکم لہجے میں جواب دیا۔
ہوں ــــ اچھا ــــ سنگلی غرایا ــــ اندر آ جاؤ
ــــ اس نے دروازے کی طرف منہ کر کے بلند آواز میں کہا۔
اگلے ہی لمحے ایک مقامی غنڈہ اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ایک
سا بریف کیس تھا۔ اس نے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر دیا اور بریف کیس
لی کے قریب فرش پر رکھ دیا۔

اس میں دو لاکھ ہیں۔ گن کر اطمینان کر لو۔
سنگلی نے اشارہ کیا۔

جمال نے گریشیا کی طرف دیکھ کر اسے آنکھ کا اشارہ کیا اور خود کوٹ
جیب میں ہاتھ ڈالے کھڑا ہو گیا۔ اس کا ہاتھ مضبوطی سے ریوالور پر جما ہوا
تھا۔

گریشیا نے آگے بڑھ کر بریف کیس کھولا اور اسے فرش پر الٹ دیا۔
نوٹوں کی گڈیاں نکل نکل کر فرش پر گرنے لگیں۔
ٹھیک ہے ـــــ جمال نے مطمئن انداز میں سر کو جنبش دی اور مسکراتا
ہوا صوفہ کی طرف بڑھ گیا۔

اس نے صوفہ الٹ دیا اور پھر اس کا استر پھاڑ کر کاغذات کا ایک لفافہ
نکال کر سنگلی کی طرف اچھال دیا۔

سنگلی نے لفافہ اچک لیا اور پھرتی سے لفافہ کھولا اور کاغذات باہر کھینچ
لیے ـــــ کاغذات کو کھول کر دیکھا اور پھر اس کی آنکھوں میں خوفناک
چمک پیدا ہو گئی۔

وہ کاغذات کو بائیں ہاتھ میں لیے جمال کی طرف گھورنے لگا۔
اس کی آنکھوں میں نہ جانے کیا بات تھی کہ ایک مرتبہ تو جمال بھی سر سے
پاؤں تک کانپ گیا ـــــ شاید یہ خوف ہی کا نتیجہ تھا کہ اس نے جیب
سے ریوالور نکال کر ہاتھ میں لے لیا۔
اب تمھارا یہاں ٹھہرنا بیکار ہے دوست ـــــ!

ظاہر ہے میں رات بھر یہاں رہنے کے لیے نہیں آیا ـــــــ لیکن کیا تم اس ردی کے دو لاکھ روپے وصول کرنا چاہتے ہو؟

اس نے غراتی ہوئی آواز میں کہا اور کاغذات کا پلندہ جمال کی طرف اچھال دیا۔

جمال نے دائیں ہاتھ سے ریوالور سنبھالے بائیں ہاتھ سے کاغذات کو سنبھالا اور اگلے ہی لمحے اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات پیدا ہوئے، اس کے بعد اسے ریوالور کا کوئی ہوش ہی نہیں رہا۔ وہ بے تابی سے کاغذات کو دیکھ رہا تھا۔

یہ ـــــــ وہ کاغذات نہیں ہیں ـــــــ!

جمال بوکھلا کر چیخا۔

میں بھی یہی عرض کر رہا تھا ـــــــ!

سنگلی مسکرایا لیکن اس کی مسکراہٹ میں کس قدر درندگی تھی۔ رتنا اور گریشیا کے اعصاب شل ہو گئے اور انھیں یوں محسوس ہونے لگا جیسے ابھی کچھ دیر میں وہ سانپ نما شخص جمال کو ختم کر دے گا

لیکن میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے وہاں اصلی کاغذات ہی چھپائے تھے ـــــــ جمال کی آواز میں اب بھی لرزش تھی۔

پھر کیا میری آمد کے ساتھ ہی تحریر اڑ گئی اور سادے کاغذات رہ گئے ـــــــ کیا تم نے ڈاکٹر اسلم کی بکھرائی ہوئی لاش دیکھی تھی؟

مم ـــــــ میں ـــــــ میں موت سے نہیں ڈرتا لیکن یہ حقیقت ہے کہ

میں کاغذات کی تبدیلی سے لاعلم ہوں۔

جمال کے لہجے میں اب دوبارہ استحکام لوٹ آیا تھا۔ سنگلی نے ایک قہقہہ لگایا اور پھر اپنے ساتھی کی طرف دیکھ کر مسکرایا ——— جمی کیا تمھیں پتھر کی لاش بنانے کی خواہش ہو رہی ہے ——— اگر ایسا ہے تو زیادہ انتظار بیکار ہے ——— میں کل بھی ان لوگوں کی حرامزدگی کا نشانہ بن چکا ہوں۔

جیسے تمھاری مرضی ——— جمی یہ کہہ کر دروازے کی طرف مڑا۔ شاید وہ باہر سے کسی کو بلانے کے لیے جارہا تھا کہ گریشیا چیخ کر اٹھی اور اس کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔

نہیں ——— نہیں ——— تم ایسا نہیں کر سکتے۔ کاغذات یقیناً پرنس نے نکالے ہوں گے۔ وہ جمال میں بہت زیادہ دلچسپی لے رہا تھا۔

پرنس ——— سنگلی کے جبڑے بھنچ گئے۔

ہاں ——— پرنس آف ڈھمپ ——— جس نے برانڈے کو مار اتھا۔

اوہ ——— وہ ——— سنگلی کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی اور پھر وہ مسکرا دیا۔

کیا کل گولی بھی اس نے چلائی تھی ——— کیوں ؟

نن ——— نہیں ——— گریشیا ہکلا کر بولی۔

کیا تم شادی شدہ ہو لڑکی ——— ؟ سنگلی اب اس کی آنکھوں میں دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔

گریشیا نے کوئی جواب نہیں دیا اور جمال کی طرف دیکھنے لگی جو کھڑے تیوروں سے سنگلی کو گھور رہا تھا۔

جوزف زخمی درندے کی طرح کمرے میں ٹہل رہا تھا۔

سامنے شیشے کے کیبن کی زرد روشنی میں جھلکتے ہوئے اور فرش
ے دھوئیں کا ایک مرغولہ سا اٹھ کر کیبن میں حرکت کرنے لگا۔

جوزف نے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر بائیں ہاتھ کا گھونسہ زور سے مارا
ور ساتھ ہی اس کے حلق سے خوفناک غراہٹ نکلی۔

آہم ——— وہ دانت پیس کر غرایا۔

اس کے جبڑے سختی سے بھنچے ہوئے تھے، آنکھیں سرخ ہو
ہی تھیں۔

سیاہ رنگ کا سوٹ جو جگہ جگہ سے پھٹا ہوا تھا اور کیچڑ آلود تھا۔ اس

کے سیاہ جسم پر بڑا ہی عجیب اور بے ڈھنگا دکھائی دے رہا تھا۔
دونوں جوتے جو ممکن ہے کبھی چمکدار رہے ہوں لیکن اس وقت جوزف کے کیچڑ آلود سیاہ چہرے کی طرح ان کی صورت بھی بگڑی ہوئی تھی۔
وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا کمرے میں ادھر گھوم رہا تھا انداز سے پتہ چلتا تھا کہ اس کے ذہن میں غصہ کا بے پناہ لاوا کھول رہا ہے ——!
ہونٹوں پر جگہ جگہ سوزش تھی اور خون جم کر پپڑیوں کی صورت اختیار کر گیا تھا۔
اگر اسے کوئی اس حالت میں دیکھ لیتا تو بادی النظر میں وہ اسے ٹہلتا ہوا گوریلا ہی دکھائی دیتا —— ایک ایسا گوریلا جسے جنگل کی آزاد فضا سے لاکر کسی بند کمرے میں قید کر دیا ہو۔
جوزف اس بات سے قطعاً بے خبر تھا کہ زرو کیبن میں پورٹر کی پراسرار شبیہہ واضح ہو چکی ہے۔
اچانک کمرے میں گھنٹیوں کا شور سنائی دیا۔
ساتھ ہی پورٹر کی سرسراتی ہوئی آواز گونجی اور جوزف چونک کر رک گیا۔
پورٹر کی آواز سنتے ہی وہ یوں ایک جھٹکے سے رک گیا تھا۔ جیسے جھونک میں چلتے چلتے اچانک سامنے کسی گہری کھائی کو دیکھ کر ٹھٹھک گیا ہو۔
وہ اب زرد کیبن کی طرف گھور رہا تھا۔
زرد کیبن میں دھوئیں کی لکیر متحرک تھی اور اس کے بالائی حصے میں

پورٹر کی آنکھوں کے دائرے دو سُرخ دھبوں کی طرح دکھائی دے رہے تھے۔

یس جوزف۔

پورٹر کی سرسراتی ہوئی آواز سنائی دی اور ساتھ ہی سیٹیوں کا شور ایک لمحہ کے لیے بڑھا اور مدہم ہو گیا۔

میں تمہارے منہ سے فتح و کامرانی کا مژدہ سننا چاہتا ہوں۔

مجھے افسوس ہے باس۔

جوزف کے حلق سے یہ الفاظ یوں ادا ہوئے جیسے کسی دیوانے نے چلا کر کچھ کہا ہو۔

کیا مطلب ـــــ؟ کھل کر کہو ـــــ میں تمہاری مکمل رپورٹ سننے کے لیے بے تاب ہوں جوزف۔

تمہیں اس خوشخبری کے لیے تھوڑا سا مزید انتظار کرنا پڑے گا باس ـــــ! جوزف نے پھر اسی لہجے میں جواب دیا۔

جوزف کا جملہ ختم ہوتے ہی کمرے میں گویا سیٹیاں ہی سیٹیاں بجنے لگیں اور اس کے ساتھ ہی پورٹر کی ناقابل برداشت، خوفناک غراہٹ سنائی دی۔

تفصیل سے بتاؤ ـــــ کیا کہنا چاہتے ہو ـــــ؟

جوزف نے انہیں بتایا کہ وہ عمران کو سرائے سے اپنے پیچھے لگا کر شہر سے دور ویران علاقے میں لے گیا تھا۔ جہاں ان دونوں کے درمیان خونریز جنگ ہوئی۔

کافی دیر بعد میرے منہ سے ایک جملہ نکل گیا ــــــ جوزف کہہ رہا تھا۔ اسی طرح وہ پہچان گیا کہ میں جوزف ہوں۔

لیکن نہ جانے کیوں میرے دل و دماغ پر اسے قتل کرنے کی خواہش تھی ــــ وہ مجھے سابقہ زندگی کے حوالے دیتا رہ گیا لیکن میرے ہاتھ نہیں رکے۔ تم تو جانتے ہو باس وہ بڑا چیالا ہے۔

انجام کار کیا ہوا ــــ؟

پورٹر کی غراہٹ دوبارہ سنائی دی۔

وہ بھاگنے میں کامیاب ہو گیا ــــ اندھیرا اس قدر زیادہ تھا کہ میں اسے تلاش نہیں کر سکا ــــ جوزف نے یہ کہہ کر سختی سے مٹھیاں بھینچ لیں اور دانت پیسنے لگا۔

کیا تم بے ہوش ہو گئے تھے ــــ؟

پورٹر نے دریافت کیا۔

جوزف کا قہقہہ جوابًا بڑا ہی خونخوار تھا۔ اس نے لال بوٹی جیسی آنکھوں سے زرد کیبن میں موجود پورٹر کو دیکھا۔

جوزف دی فاسٹر اپنی زندگی میں لڑتے وقت صرف تمہارے ہی ہاتھوں بے ہوش ہوا تھا اگر تم میری ہسٹری سے واقف ہوتے تو کبھی یہ بات نہ کہتے ــــ جوزف کے لہجے سے پتہ چلتا تھا کہ اسے پورٹر کا سوال بے انتہا ناگوار گزرا تھا۔

کیا اس کے پاس ریوالور تھا ــــ؟

نہیں۔ وہ کبھی ایسی چیزیں اپنے پاس نہیں رکھتا ——!
آس پاس کہیں کوئی دھماکہ ہوا ہو جس کی آواز تم تک پہنچی ہو؟
نہیں —— جوزف نے سختی سے ہونٹ کاٹ کر جواب دیا —— تم
ایسی الٹی سیدھی باتیں کیوں کر رہے ہو۔ کہیں میرا کوڈ تو صاف نہیں کر دیا۔
بکومت —— تم اب لاکا با نا کی عمارت سے باہر نہیں نکلو گے۔
پورڑ کی بھیانک آواز سیٹیوں کے شور میں سرسراتی ہوئی محسوس ہوئی۔
میں پوچھتا ہوں باس —— تم نے مجھے ریوالور لے جانے کی اجازت
کیوں نہیں دی۔ جوزف غصہ سے بل کھا کر چلایا۔
احمقانہ باتیں مت کرو —— تم اسے ریوالور سے کبھی ختم نہیں کر سکتے
تھے۔ پورٹڑ نے جھلا کر جواب دیا۔
اف میں کیا کروں ——؟ جوزف نے دونوں ہاتھوں سے اپنا
سر تھام لیا اور بولا۔ نہ جانے کیا بات ہے۔ میرے جسم کے روئیں
روئیں سے عمران کو ختم کرنے کی خواہش پھوٹ رہی ہے۔
اپنا حکم واپس لے لو باس —— مجھے لاکا بانا کی عمارت میں قید
نہ کرو۔ میرا ریوالور مجھے واپس دے دو۔ اگر تم یہاں کسی کمرے میں شراب بھروا
کر بھی مجھے اس میں ڈال دو گے تو بھی میں نہیں رہ سکتا مجھے میرا ریوالور
واپس دے دو۔
جوزف گلا پھاڑ پھاڑ کر چلانے لگا۔
سنو جوزف —— یہ میری خواہش تھی کہ عمران تمہارے ہاتھوں انجام

کو پہنچے ورنہ یقین مانو میرا ادنیٰ سا اشارہ اسے وہاں پہنچانے کے لیے کافی ہے جہاں سے کوئی واپس نہیں آتا۔

میں کہتا ہوں باس میرا خون کھول رہا ہے۔ یہ میری زندگی کا پہلا اتفاق ہے کہ میں اپنے آقا کا حکم پورا نہیں کر سکا۔ فادر جوشوا کی قسم میں جب تک عمران کی خون میں لتھڑی ہوئی لاش لاکر تمہارے سامنے نہیں ڈال دیتا ــــــ میرا ضمیر مجھے ملامت کرتا رہے گا۔ میرے اجداد کی روحیں تک میری اس ناکامی پر نوحہ خواں ہوں گی۔

مجھے تم پر اعتماد ہے جوزف ــــــ میں تمہارے کام سے خوش اور مطمئن ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے تمہیں تنہا اس کام کے لیے بھیجا تھا اور تمہاری نگرانی تک نہیں کروائی۔

تم میرا ارلوا لو مجھے دے دو باس۔ جوزف ہاتھ ملتا ہوا بولا اور زرد کیبن کے سامنے گھٹنوں کے بل جھک گیا۔

مجھ پر رحم کرو باس ــــــ میرا پورا جسم انتقام کے جہنم میں جلس رہا ہے ــــــ مجھے بچا لو باس۔ میں جل جاؤں گا۔

شدت جذبات سے جوزف کا گلا رندھ گیا اور وہ سسکیاں لینے لگا ــــــ زرد کیبن میں پورٹر کی شبیہ کے تاثرات سے یوں محسوس ہونے لگا جیسے وہ جوزف سے بہت زیادہ متاثر ہو گیا ہو۔

عمران چند گھنٹوں بعد لاکا بانا کے تہہ خانے میں ہوگا پھر تم اس سے نپٹ لینا۔ میں تمہیں ایک موقع اور دیتا ہوں۔

اوہ ـــــ گریٹ باس ـــــ جوزف اچک کر کھڑا ہو گیا۔ لیکن
یں حیران ہوں باس جوزف کی الجھن آمیز آواز سنائی دی۔
کیا کہنا چاہتے ہو ـــــ؟
میرے ذہن میں یہ خواہش بار بار کیوں جنم لے رہی ہے کہ میں عمران کو
تل کر دوں۔
میں یوں محسوس کر رہا ہوں جیسے کوئی میرے ذہن میں مسلسل کہہ رہا
ہے۔ عمران کو قتل کر دو ـــــ عمران کو قتل کر دو۔
وقت آنے پر سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔
پرور ڈ معنی خیز ہنسی ہنس کر بولا۔
اور اس کے بعد سیٹیوں کا شور مدہم ہوتے ہوتے بالکل ہی ختم ہو گیا۔
جوزف کے دیکھتے ہی دیکھتے دھوئیں کا مرغولہ غائب ہو گیا اور زرد کیبن
یں خاموشی چھا گئی۔
جوزف نے سر جھکا لیا اور ڈھیلے ڈھیلے قدم رکھتا ہوا بالکل کسی ہارے
ہوئے جواری کی طرح کمرے سے باہر نکل گیا۔

گریشیا کی نگاہ اچانک ہی سیڑھیوں کی طرف اٹھ گئی اور وہ
طرح چونک کر اٹھ کھڑی ہوئی۔
پرنس آف ڈھمپ زینے سے اترتا ہوا ہال میں آ رہا تھا۔
گریشیا جلدی سے کاؤنٹر کے عقب سے نکلی اور تقریباً دوڑتی ہوئی
کے سامنے جا پہنچی۔
آپ۔ آپ کہاں تھے پرنس۔۔۔۔۔۔؟
کون سے سنڈے میں؟
عمران چونک کر مڑا؟
میرا مطلب تھا رات بھر۔۔۔۔۔ گریشیا کی سمجھ میں نہیں آ رہا

گفتگو کا آغاز کس طرح کرے۔
عمران نے معنی خیز نگاہوں سے اس کی طرف گھورا اور پھر اثبات میں سر ہلاتا ہوا بولا۔
اگر آپ برا مانیں تو میں وہاں نہ بیٹھوں۔
عمران نے اتنی بے ساختگی کے ساتھ ہال میں پڑی چھوٹی میز کی جانب اشارہ کیا کہ گریشیا ہنسے بغیر نہ رہ سکی۔ ایک بے ساختہ قہقہہ اس کے حلق سے آزاد ہوا اور فوراً ہی اس کے ہونٹ بھنچ گئے۔
ٹھیک ہے آپ وہاں بیٹھیں میں ابھی آتی ہوں۔
گریشیا یہ کہتی ہوئی تیزی سے کاؤنٹر کی طرف بڑھ گئی۔
عمران کے ہونٹوں پر ایک شریری مسکراہٹ دوڑ گئی اور وہ معنی خیز نگاہوں سے گریشیا کو دیکھتا ہوا کارنر ٹیبل کی طرف بڑھ گیا۔
گریشیا نے کاؤنٹر پر پہنچتے ہی جلدی سے رسیور اٹھایا اور جمال کے لیے سلسلہ ملایا۔ جلد ہی اس کی آواز ایئر پیس میں سنائی دی۔
جمال ـــــ کیا بات ہے گریشی ؟
وہ ـــــ وہ پرنس یہاں ہال میں موجود ہے۔
اوہ۔ کب آیا ـــــ ؟ جمال کے لہجے میں ہلکا سا تحیر اور بے چینی تھی۔
ابھی ابھی اوپر سے اترا ہے ـــــ گریشیا نے پھولی ہوئی سانسوں پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

اوہ — کیا وہ ابھی ابھی کہیں سے آیا تھا ـــــ؟
نہیں ـــــ! میں نے اسے اندر جاتے ہوئے نہیں دیکھا۔
اس کا مطلب ہے کہ وہ رات بھر اپنے کمرے میں رہا ہے۔ جمال کے لہجے میں اب حیرت کا تاثر گہرا تھا۔
معلوم نہیں ـــــ یہ آج کی بات نہیں۔ جب سے یہ یہاں آیا ہے ایسا ہی ہو رہا ہے۔ رات سرائے سے نکل جاتا ہے لیکن صبح ہمیشہ اپنے کمرے کی طرف سے ہی آتا دکھائی دیتا ہے۔
گریشیا نے جلدی جلدی جواب دیا ـــــ یہ الگ بات ہے کہ اب تک وہ دبے دبے لہجے میں ہی گفتگو کرتی رہی تھی۔
ہوں ـــــ میرا خیال ہے تم اس سینو لیے کو اطلاع دے دو۔ جمال نے کہا۔ میں ابھی نیچے آ رہا ہوں۔
کیا ممی کو بھی اطلاع دے دوں
نہیں انہیں پریشان کرنے کی ضرورت نہیں۔ تم سنگلی کو فون کر دو۔ وہ خود ہی سنبھال لے گا۔
بہتر ہے لیکن تم نیچے آ جاؤ۔
گریشیا نے یہ کہہ کر ریسور رکھ دیا اور کنکھیوں سے پرنس کی طرف دیکھا جو انتہائی محبت کے ساتھ ایک ویٹر سے معانقہ کر رہا تھا اور وہ ویٹر بوکھلایا ہوا اسے پرے دھکیلنے میں مصروف تھا۔
ہال میں ابھی تین چار ہی گاہک بیٹھے تھے ـــــ ان کی نگاہیں ان پر

اور دیگر غیر قانونی کارروائیوں کے لیے بھی ان تہہ خانوں کو ہی استعمال کیا جاتا ہے لیکن آج تک قانون کے ہاتھ وہاں تک نہیں پہنچ سکے تھے۔

براانڈے[ؔ] اس روز کے بعد دکھائی نہیں دیا تھا جس دن سے پرنس نے اس کی ٹھکائی کی تھی۔

شاید وہ اس تذلیل کے بعد مارے شرم کے باہر نہ نکلا ہو۔ لیکن یہ بات گریشیا کے حلق سے نہیں اترتی تھی کیونکہ وہ براانڈے کے بارے میں جانتی تھی۔ رائی اس سے الجھنے کے بعد دوبارہ زندہ نہیں دکھائی دیا تھا۔

ان حالات کے باعث پرنس آف ڈھمپ کی شخصیت اس کی نگاہ میں اور بھی پراسرار ہوگئی اور وہ دل ہی دل میں سوچنے لگی کہ بظاہر اس قدر احمق دکھائی دینے والا یہ نوجوان درحقیقت کون ہو سکتا ہے۔ اس بات کا تو اسے یقین ہو چکا تھا کہ وہ انتہائی دلیر اور زبردست سوجھ بوجھ کا مالک ہے۔ ظاہر ہے براانڈے جیسے آدمی کو منٹوں میں چت کرنا کسی عام آدمی کے بس کا روگ تو نہیں تھا۔

گریشیا پرنس کے بارے میں سوچ سوچ کر الجھ رہی تھی۔ وہ جس قدر سوچتی الجھتی چلی گئی۔ ادھر عمران سر جھکائے یوں بیٹھا ہوا تھا جیسے سارے جہاں کا درد اس کے جگر میں سمایا ہوا ہو۔

ؔ لاکا باناکا پہلا حصہ ملاحظہ فرمائیں۔ براانڈے اور عمران کی جنگ کا ایک دلچسپ باب آپ کی تفریح کا باعث رہے گا۔ (ادارہ)

ہی جمی ہوئی تھیں اور وہ مسکرا رہے تھے۔
نہ جانے گریشا کے دل میں کیوں ہوک سی اٹھی ——— وہ سنگی کو پرنس کی آمد کی اطلاع دے چکی تھی اور اب اسے پرنس کے انجام کا انتظار تھا جو اس کی دانست میں کسی طور بھی خوشگوار نہیں ہو سکتا تھا۔
رات سنگی کے سامنے جب اس نے پرنس پر کاغذات اڑانے کا شبہ کیا تھا تو سنگی کے چونکنے نے اس کے ذہن میں پرنس کی شخصیت کچھ اور بھی پراسرار بنا دی تھی۔
اور پھر سنگی نے پرنس کے کمرے کی تلاشی لی تھی اس وقت جمال اور گریشا بھی اس کے ہمراہ تھی۔ انتہائی باریک بینی سے تلاشی لینے کے باوجود انہیں نہ تو کاغذات ملے تھے اور نہ ہی کوئی ایسی چیز جس سے اس کی شخصیت پر روشنی پڑتی۔
اگرچہ سنگی رات بہت بگڑا ہوا تھا لیکن جب اس نے واچ ٹرانسمیٹر پر کسی پراسرار باس کو حالات سے آگاہ کیا تو اس نے سنگی کو واپس بلا لیا اور سنگی انہیں یہ ہدایات کر کے چلا گیا تھا کہ اگر پرنس کسی وقت سرائے میں واپس آئے تو اسے اطلاع دے دی جائے۔
گریشا نے اس کے نمبر نوٹ کر لیے تھے اور صبح انکوائری سے یہ معلوم کر کے کہ نمبر ہوٹل لاکا باناکے ہیں وہ حیرت سے اچھل پڑی تھی۔ لاکا بانا اب اس کی نظر میں دن بدن پراسرار ہوتا جا رہا تھا۔
یہ بات تو عام طور سے مشہور تھی کہ لاکا بانا کے تہہ خانوں میں جوا ہوتا ہے

نہ جانے کیوں گریشیا کے ذہن میں یہ بات بار بار چکرا رہی تھی کہ پرنس اسے مسلسل دیکھتا رہا ہے اور اب بھی اس کی مخفی آنکھیں اسے گھور رہی ہیں۔

اچانک وہ چونک پڑی۔

دروازے میں سنگلی کھڑا کارنیبل کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کے پیچھے چھ مسلح آدمی تھے جو مارٹینو لینڈ کے چھٹے ہوئے غنڈے تھے۔

سنگلی نے کاؤنٹر کی طرف دیکھا اور جیسے ہی گریشیا کی نگاہیں اس کی نگاہوں سے ملیں اس کے پورے جسم میں بجلی کی لہر سی دوڑ گئی اور ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہونے لگی۔

اس کی آنکھوں میں زخمی سانپ کی سی چمک تھی۔

گریشیا نے دیکھا کہ سنگلی نپے تلے قدم اٹھاتا ہوا پرنس کی طرف بڑھ رہا تھا۔

چھ مسلح آدمی اس کے پیچھے تھے۔

سنگلی عمران کی میز کے سامنے جا کر رک گیا۔ عمران بدستور میز پہ نگاہیں گاڑھے بیٹھا رہا۔ انداز سے پتہ چلتا تھا کہ اسے ان لوگوں کی آمد کا قطعاً احساس نہیں ہوا۔

سنو۔ میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

سنگلی نے زمین پہ پاؤں مارتے ہوئے پھنکار کر کہا۔

جاؤ معاف کرو ــــــ سردیوں کی ایسی برفانی صبح کو ہی مانگنے نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ عمران بڑبڑایا۔

اٹھو ــــــــ !

سنگلی دہاڑا اور عمران اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ پورے ہال پر سناٹا طاری ہو گیا۔ گنے چنے گاہک آہستہ آہستہ کھسکنے لگے اور عمران سنگلی کی طرف دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔

معاف کرنا۔ تم نے شاید مجھے پہچانا نہیں۔ معاف کرنا الٹا بول گیا ــــ کک ــــ کون ہو تم ؟

میرا خیال ہے تم مجھے اچھی طرح سے پہچانتے ہو !

اوہ ہاں یاد آیا ــــــ میں نے کسی پنجابی فلم کے ہیرو کے ہاتھ میں تم جیسی لاٹھی دیکھی تھی۔

اگر تم شرافت سے بات چیت کے لیے تیار ہو تو میں معاملے کی بات زبانی شروع کروں ورنہ ــــــــ سنگلی نے یہ کہہ کر اپنے دائیں بائیں کھڑے ہوئے مسلح آدمیوں کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔

ہم ۔ مم ــــــ میں تیار ہوں لیکن تم سب میں سے کس کا نام شرافت ہے ۔ اسے لازم ہے کہ آگے میں اس کے ساتھ بیٹھ کر بات چیت کرنے کے لیے تیار ہوں۔

سنگلی نے اسے کوئی جواب نہیں دیا اور اسے گھورتا ہوا سامنے کی کرسی پر بیٹھ گیا۔ عمران نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا اور مسکرایا۔

میں نے تم جیسی بدصورت شرافت کبھی نہیں دیکھی۔

ابھی دیکھو گے۔ بیٹھو۔

عمران بیٹھ گیا ـــــــــ!

سنو۔ باس نہیں چاہتا کہ بلاوجہ تمہیں موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔ اس لیے میری درخواست ہے کہ خاموشی سے کاغذات میرے حوالے کر دو۔

لک۔ کاغذی سے خاموش تمہارے حوالے کر دوں۔

عمران حیرت سے بڑبڑایا اور بوکھلا کر ایک ایک کی صورت دیکھنے لگا۔ سب کی بھنویں تن گئیں اور تیوریاں بدل گئے گویا لمحہ بھر میں عمران کی تکا بوٹی کر دیں گے۔

کاغذات میرے حوالے کر دو۔

سنگلی پھنکارا۔

سنو پیارے بید مجنوں ـــــــ میں کسی قسم کے کاغذات نہیں رکھتا۔ بچپن میں میرا یہ حال تھا کہ کتاب کا جو صفحہ پڑھا اسے پھاڑ ڈالا تاکہ اس کاغذ کا بوجھ نہ اٹھانا پڑے۔

میں ایک بار پھر تمہیں سمجھاتا ہوں۔

سنگلی غرایا۔

سمجھاؤ ـــــــ! عمران نے پرخلوص لہجے میں کہا اور اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ کیونکہ سنگلی کا ہاتھ اچانک ہی گھوم گیا تھا۔

ابے تو کیا سب کے سامنے مارو گے ـــــــ عمران رندھی ہوئی آواز میں بولا اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔

لے چلو اسے ـــــــ سنگلی غرایا۔

چھ مسلح آدمی عمران پر ٹوٹ پڑے اور وہ چیختا چلاتا ہی رہ گیا۔ اُنھوں نے اسے بری طرح جکڑ لیا اور پھر لاد کر کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا۔ عمران بری طرح ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔

جیسے ہی وہ کاؤنٹر کے قریب پہنچے عمران گریشیا کی طرف دیکھ کر چلایا۔

ارے بچاؤ نا ——— دور کھڑی کیا دیکھ رہی ہو ——— کیا تم ان سات آدمیوں سے نہیں نپٹ سکتیں ——— ب ——— بچاؤ۔ اس عالم شباب میں مجھے اٹھائے لیے جاتے ہیں۔

بچاؤ ——— کہیں لے جا کر مم ——— مم ——— میری شادی نہ کر دیں۔ ارے بچاؤ۔

عمران چیختا ہی رہ گیا۔

لیکن وہاں سننے والا کون تھا۔

وہ لوگ اسے اٹھائے ہوئے باہر لے آئے اور ایک سیاہ ویگن جو باہر ان کی منتظر تھی۔ عمران کو اس کے عقبی حصے میں پٹخ دیا گیا۔

دروازہ ایک دھماکے سے بند ہوا اور ویگن سڑک پر فراٹے بھرتی ہوئی کسی نامعلوم منزل کی طرف بڑھ گئی۔

عمران کو جیسے ہی ویگن کے عقبی حصے میں پٹخا گیا ——
دروازہ ایک دھماکے سے بند ہوا اور گاڑی میں اندھیرا چھا گیا۔

عمران نے حیرت سے دیدے گھما کر ادھر اُدھر دیکھا اسے حیرت تھی کہ اس کے ساتھ مسلح آدمیوں میں سے کسی ایک نے بھی بیٹھنا گوارہ نہیں کیا تھا۔

لیکن چند ہی لمحوں بعد جیسے ہی ویگن جھر جھرا کر اسٹارٹ ہوئی عمران کو اپنا دماغ گھومتا ہوا محسوس ہوا۔

اسی لمحے وہ بُری طرح کھانسنے لگا۔ کھانس کھانس کر بے دم ہو گیا اور اس پر بے ہوشی طاری ہو گئی

سیاہ ویگن تیز رفتاری سے مختلف سڑکوں پر دوڑتی ہوئی ہوٹل لاکا بانا کے گیراج میں داخل ہوئی ——— اس کے اندر پہنچتے ہی گیراج کا دروازہ بند ہو گیا۔

دروازہ بند ہوتے ہی گیراج میں روشنی پھیل گئی۔

فرنٹ سیٹ سے سنگلی نیچے اترا۔ اس نے گیراج کی دیوار میں لگے ہوئے ایک سوئچ بورڈ کے بٹن کو پش کیا اور پھرتی سے گاڑی میں بیٹھ گیا۔

ابھی وہ اسٹیرنگ پر بیٹھا ہی تھا کہ گیراج کے فرش کو جھٹکا سا محسوس ہوا اور فرش ایک ہلکی سی سرسراہٹ کے ساتھ نیچے بیٹھتا چلا گیا۔

ویگن سمیت ان لوگوں کا سفر چند لمحوں سے زیادہ دیر جاری نہیں رہا۔ ایک جھٹکے سے گیراج کا فرش ٹھہر گیا اور سنگلی نے گاڑی گیئر میں ڈال دی۔ انجن اس نے پہلے ہی اسٹارٹ کر لیا تھا۔

ویگن خودکار لفٹ کے فرش سے پھسلتی ہوئی ایک کشادہ راہداری میں دوڑنے لگی ——— راہداری میں خاصی روشنی تھی اس لیے اسے ڈرائیونگ میں قطعاً کوئی دشواری نہیں ہوئی۔

سنگلی کے ہونٹوں پر مطمئن مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

وہ اطمینان سے ویگن ڈرائیو کرتا ہوا ایک بڑے سے پھاٹک کے سامنے جا پہنچا۔ گاڑی رکی اور وہ کود کر نیچے اترا۔

پھاٹک کھولنے کے لیے اس نے ایک لیور کو حرکت دی۔

لیور کے متحرک ہوتے ہی پھاٹک کے پٹ دونوں سمتوں میں سمٹ

گئے۔ وہ گاڑی کے عقبی حصے میں پہنچا اور منہ سے ایک مخصوص سیٹی کی آواز نکالی۔

سیٹی کی آواز سن کر ڈنٹ سیٹ پر بیٹھے ہوئے چھ مسلح آدمی پیچھے آئے اور سنگلی کے قریب پہنچ گئے۔

اسے باہر نکالو اور اندر لے چلو۔

سنگلی کے لہجے میں تحکمانہ گمن گرج تھی۔

مسلح آدمیوں میں سے ایک نے ویگن کا عقبی دروازہ کھولا اور سب گاڑی سے دور ہٹ گئے۔

چند لمحے توقف کے بعد انہوں نے مل کر عمران کو باہر گھسیٹ لیا۔

عمران اس وقت بے ہوش تھا اس لیے وہ باآسانی اسے اٹھائے ہوئے اندر داخل ہو گیا ــــــ سنگلی ان مسلح آدمیوں کے تعاقب میں چلتا ہوا ایک ایسے تہہ خانے میں پہنچا جہاں ایذا رسانی کے درجنوں اوزار ادھر اُدھر موجود تھے۔

اسے اسٹریچر پر لٹا کر باندھ دو۔

سنگلی نے حکم دیا۔

مسلح آدمیوں نے عمران کو تہہ خانے کی دیوار کے قریب پڑے ہوئے ایک اسٹریچر پر لٹا دیا اور اسٹریچر کے دائیں بائیں جھولتی ہوئی مضبوط بیلٹوں سے اچھی طرح جکڑ دیا۔

ٹھیک ہے اب تم لوگ جا سکتے ہو۔ گاڑی گیراج ہی میں چھوڑ دینا۔

مسلح آدمیوں نے اثبات میں سر ہلائے اور خاموشی سے قطار بنائے پھاٹک کی طرف بڑھ گئے۔ جیسے ہی پھاٹک بند ہونے کی آواز سنائی دی سنگلی آہستہ آہستہ چلتا ہوا عمران کے اسٹریچر کے قریب آگیا۔

اس نے جھک کر عمران کا جائزہ لیا اور مطمئن انداز میں سر ہلاتا ہوا تہہ خانے میں لگے ہوئے سوئچ بورڈ کی طرف بڑھ گیا۔

ایک سوئچ کو اون کرتے ہی دائیں ہاتھ کی دیوار میں بنے ہوئے شفاف سکرین نما حصے میں جھماکے سے ہونے لگے۔

چند لمحوں بعد سکرین پر ایک سیاہ پوش کی شبیہہ ابھری۔

یس سنگلی ـــــــ کیا رہا۔

ہم اسے لے آئے ہیں باس۔ سنگلی نے جواب دیا۔

بہت خوب۔ کیا وہ بے ہوش ہے۔

ہاں باس۔ ہم نے اسے اسٹریچر پر لٹا کر باندھ دیا ہے۔

ٹھیک ہے اسے ہوش میں لاؤ اور کاغذات کے بارے میں دریافت کرو۔ تمہیں اجازت ہے اس کے لیے تم جو طریقۂ کار چاہے منتخب کرو۔

میں ابھی آپ کا حکم بجا لاتا ہوں باس۔ سنگلی نے مودب لہجے میں کہا۔

خیال رہے ـــــــ یہ دنیا کا عیار ترین شخص ہے۔

فکر نہ کریں باس ـــــــ آپ سنگلی کی صلاحیتوں سے بھی بخوبی واقف ہیں ـــــــ!

کیا یہ آسانی سے ہاتھ آگیا تھا ـــــــ؟

نہیں باس ـــــ خاصی جدوجہد کے بعد اسے اٹھا لانے میں کامیابی ہوئی ہے۔ بہرطور یہ سرائے کے ہال میں بیٹھا مل گیا تھا۔

ہوں۔ مجھے شبہ ہے کہ وہ جان بوجھ کر یہاں تک آیا ہے۔

سائے کی آواز میں تشکیک کی جھلک بہت واضح تھی۔

اگر ایسا ہی ہے تو اس نے موت کے منہ میں کودنے کی کوشش کی ہے ــ سنگی غرایا۔ اور قدرے توقف کے بعد بولا۔ اس نوجوان جمال کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے باس ــــ کیا اسے اگلی دنیا کے سفر پر روانہ کر دیا جائے؟

جلد بازی کی ضرورت نہیں ــــــ ممکن ہے وہ اب تک ہمیں دھوکا دیتا رہا ہو۔ میں کل تک ہر حال میں کام نپٹا لینا چاہتا ہوں۔

ٹھیک ہے ــــ میں اسے ہوش میں لاتا ہوں۔ ایک گھنٹے کے بعد آپ کو اپنی رپورٹ پیش کر دوں گا۔

او کے۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔

یہ کہہ کر سایہ لمحہ بہ لمحہ مدھم ہوتا ہوا اسکرین سے بالکل غائب ہو گیا اور سکرین پر روشن لکیروں کا جال ہی رہ گیا۔

سنگی نے سوئچ آف کر دیا اور عمران کے اسٹریچر کی طرف بڑھ گیا۔

عمران نے اس وقت بھی بے ہوش تھا۔ سنگی نے اپنی جیب سے ایک ڈبیہ نکالی۔ ڈبیہ میں کھلی ہوئی سرنج رکھی تھی۔ اس نے سرنج کے حصوں کو جوڑ کر ڈبیہ سے ہی ایک چھوٹی سی شیشی نکال کر اس کا بالائی حصہ توڑ دیا۔

سرنج کو ییال سے بھر کر اس کے ییال عمران کے بائیں بازو میں انجکٹ کردیا اور ڈبیہ کو بند کر کے جیب میں ڈال لیا۔

تھوڑی ہی دیر بعد عمران کے ہونٹوں میں حرکت ہوئی اور پھر اس نے آنکھیں کھول دیں۔ آنکھیں کھلتے ہی اس نے خود کو سٹریچر پر بندھا محسوس کیا اور پھر اس کی نگاہ سنگلی پر پڑی جو اس کے قریب ہی کھڑا اسے گھور رہا تھا۔

کک ——— کیا میں فوت ہو چکا ہوں ———؟

عمران نے بھرائی ہوئی آواز میں دریافت کیا۔

نہیں۔ لیکن کچھ دیر بعد یقیناً ایسا ہو جائے گا۔

اوہ۔ بہت بہت شکریہ۔

عمران نے مطمئن لہجے میں کہا اور ایک طویل سانس لے کر آنکھیں بند کر لیں۔

میں تم سے چند سوالات کرنے جا رہا ہوں۔

سنگلی غرایا اور عمران نے آنکھوں کو احمقانہ انداز میں گردش دیتے ہوئے حیرت سے اس کی طرف دیکھا ——— کیا موت سے پہلے ہی حساب کتاب شروع ہو جائے گا۔

سنو ——— تم اس وقت موت کے منہ میں ہو میرا ایک ذرا سا اشارہ تمہیں زندگی سے محروم کرنے کے لیے کافی ہوگا۔ سنگلی کے لہجے میں سانپ کی سی پھنکار پیدا ہو گئی۔

عمران کے ہونٹوں پر تاؤ دلانے والی مسکراہٹ دوڑ گئی۔ اگر اس کا ارادہ

سنگلی کو غصہ سے دیوانہ کرنا تھا تو اسے ناکامی ہی ہوئی۔ سنگلی نے جب محسوس کر لیا کہ عمران اس کے سوالوں کا جواب دینے کے لیے تیار نہیں تو وہ ایک واٹر کولر نما مشین کی طرف بڑھ گیا۔

اگلے ہی لمحے وہ کولر میں لگے ہوئے ایک پائپ کو نکال کر عمران کی طرف لا رہا تھا۔ قریب پہنچ کر اس نے پائپ کا سرا عمران کے منہ میں ٹھونس دیا۔ اسٹریچر کی پیٹیوں نے عمران کو بری طرح جکڑ رکھا تھا پھر ایک پٹی اس کی گردن کے گرد اتنی سختی سے لپٹی ہوئی تھی کہ ذرا سی حرکت سوائے چیخنے کے کوئی اور نتیجہ برآمد کرنے سے قاصر تھی۔

میں پانی کھولنے جا رہا ہوں ——— یہ ایک جدید ترین مشین ہے جو ایک خاص حجم تک پانی کی سپلائی بحال رکھتی ہے اور اس کے بعد پانی کو دوبارہ کھینچ کر پیٹ سے باہر نکال دیتی ہے ——— خیال رہے کہ یہ عمل صرف دو منٹ میں مکمل ہو جاتا ہے اور مشین اس وقت تک کام کرتی رہتی ہے جب تک اسے آف نہ کر دیا جائے۔

سنگلی عمران کے اوپر جھکا کہہ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں عمران کی آنکھوں میں گڑی ہوئی تھیں اور ان میں وحشیانہ چمک تھی۔

سنگلی کا خیال تھا کہ عمران اس افتاد سے گھبرا کر دائیں بائیں سر ہلانے کی کوشش کرے گا لیکن عمران کے چہرے پر اطمینان ہی اطمینان تھا اس کی آنکھوں میں اب بھی مضحکہ خیز تاثرات مچل رہے تھے۔

جب تم کاغذات کے بارے میں بتانے کا ارادہ کر لو تو سر ہلا کر مجھے

اشارہ کر دینا۔

یہ کہہ کر سنگلی مشین کی طرف بڑھ گیا۔

اس نے مشین کے زیریں حصے میں لگے ہوئے اسٹارٹر کو چلانا اور پانی پائپ میں سرسرانے لگا ـــــــــ عمران کا پیٹ لحظہ بہ لحظہ پھولنے لگا۔

اگرچہ اسے سانس لینے میں خاصی دشواری ہو رہی تھی تاہم اس کی آنکھوں میں اب بھی مسکراتی ہوئی چمک تھی۔

چند ہی لمحوں میں اس کا پیٹ پھول کر کپا ہو گیا اور دم گھٹنے لگا لیکن تکلیف کی ایک خاص حد تک پہنچنے کے بعد اسے قدرے آرام محسوس ہونے لگا کیونکہ پانی واپس جا رہا تھا۔

پانی کی واپسی کے وقت عمران کو یوں محسوس ہونے لگا گویا اس کے پیٹ سے آنتیں تک منہ کی طرف آ رہی ہیں۔

ایک منٹ بعد پانی دوبارہ اس کے پیٹ میں بھر رہا تھا۔

اس مرتبہ عمران کو بے پناہ تکلیف کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ سنگلی نے مشین پر والیوم کی سطح مزید بڑھا دی تھی۔

دس منٹ تک یہ عمل جاری رہا اس کے بعد عمران پر غشی کی حالت طاری ہو گئی اور اس کی آنکھیں پھیلنے لگیں۔ سنگلی نے مشین بند کر دی اور پانی کا پائپ عمران کے حلق سے کھینچ لیا۔

لگ بھگ پندرہ منٹ بعد عمران کی حالت سنبھلی تو سنگلی تیزی سے

اس پر جھکا۔

کیا تم کاغذات کے بارے میں بتانے کے لیے تیار ہو۔ ؟

پہلے تم میری ایک بات کا جواب دو۔

عمران سنجیدگی سے بولا۔

کہو کیا بات ہے ——— لیکن ضروری نہیں کہ تمھارے سوالوں کا جواب دیا جائے۔ جلدی بتاؤ کیا کہنا چاہتے ہو۔

کیا تم کسی دایا کے بیٹے ہو ؟

وہاٹ ——— سنگلی غرا کر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اس کے چہرے پر غصے اور حیرت کے ملے جلے تاثرات پھیل گئے۔

ابھی کچھ دیر پہلے میں حاملہ ہو گیا تھا۔

میں کہتا ہوں بکواس بند کرو ——— سنگلی نے جھلا کر ایک زوردار گھونسہ عمران کے منہ پر دے مارا۔ اور خون کی پتلی سی لکیر اس کی باچھوں سے بہنے لگی۔

اس کے بعد تو سنگلی پر دیوانگی سوار ہو گئی۔

اس نے یکے بعد دیگرے کئی خطرناک حربے استعمال کیے لیکن عمران کے حلق سے کراہوں کے سوا کچھ اور نہ اگلوا سکا۔

عمران کئی بار بے ہوش ہوا لیکن ہر مرتبہ جب بھی اسے ہوش میں لا کر سنگلی کاغذات کے بارے میں استفسار کرتا وہ کوئی احمقانہ بات کر کے اس کے غصے کو مزید بھڑکا دیتا اور اب تو سنگلی کی یہ حالت تھی کہ وہ اپنی

ہی بوٹیاں نوچنے کا ارادہ کر رہا تھا۔
اچانک اسے تہہ خانے کی دیوار کے سکرین نما حصے میں جھماکے سے ہوتے محسوس ہوئے اور وہ چونک کر ادھر متوجہ ہو گیا۔
پلورٹر کا سایہ سا سکرین پر ابھرا اور تہہ خانے میں اس کی سرسراتی ہوئی آواز سنائی دی ——— سنگلی۔ واپس آجاؤ ——— رات بھر اسے سوچنے کا موقع دیا جاتا ہے۔
صبح میں خود اس سے نپٹ لوں گا۔
سنگلی نے پاؤں پٹخ کر عمران کی طرف دیکھا۔
جس کا چہرہ ہلدی کی طرح زرد ہو رہا تھا، آنکھوں میں مردنی سی چھائی ہوئی تھی اور ہونٹ تضحیک آمیز مسکراہٹ سے پھیلے ہوئے تھے۔
سنگلی جیسے ہی عمران کی طرف متوجہ ہوا اس نے اپنی دائیں آنکھ دبا دی۔
اور سنگلی غصے سے پاؤں مارتا ہوا تہہ خانے کے دروازے کی طرف بڑھ گیا جاتے جاتے اس نے ایک ہاتھ اپنی پیشانی پر بھی رکھ لیا تھا۔

سارا دن اسٹریچر پر بندھے ہوئے گزر گیا۔
سنگلی نے عمران کو کئی گھنٹے تک ایذا دینے کے بعد اسی طرح بندھا چھوڑ کر چلا گیا تھا۔

بار بار پیٹ میں پانی کی آمدورفت سے اس کے اعصاب بری طرح متاثر ہوئے ـــــ نقاہت الگ محسوس ہو رہی تھی لیکن نہ جانے کیوں اس کے انداز سے اطمینان محسوس ہو رہا تھا۔

جب سنگلی چلا گیا تو عمران نے ایک مرتبہ آزاد ہونے کے لیے ہاتھ پاؤں مارنے کی کوشش کی لیکن جلد ہی اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ ایسا ممکن نہیں۔

عمران کو بارہا اسی سچویشن سے پالا پڑ چکا تھا لیکن اس مرتبہ اسے اقرار کرنا پڑا کہ وہ واقعی کسی ذہین مجرم کی قید میں ہے ـــــ نہ صرف قید ہے بلکہ بری طرح بے بس ہو کر رہ گیا ہے۔

جوزف سے خونریز جنگ کے بعد جب جوزف بے ہوش ہو گیا تھا تو اس نے اس کی تلاشی لی تھی اور جوزف کے پاس ریوالور نہ دیکھ کر چونک پڑا تھا ـــــ اب تک وہ مسلسل اس اتفاق کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

پھر جوزف نے ہوش میں آتے ہی نہ صرف مزید لڑنے سے پہلو تہی کی تھی بلکہ عمران سے یہ سن کر کہ وہ اس سے لڑتا رہا ہے۔ رد سنے بیٹھ گیا تھا۔

یہ بات عمران کے حلق سے کسی طور نہیں اتری تھی کہ جوزف نے اس کے سامنے اداکاری کی ہو گی ـــــ جوزف کو وہ بڑی اچھی طرح جانتا تھا ـــــ وہ بالکل مشینی آدمی کی طرح احکامات کی بجا آوری سے مطلب رکھتا تھا۔

جوزف کے ساتھ وہ واپس شہر تک آیا تھا اور اس کے بعد ان کی راہیں جدا ہو گئی تھیں ـــــ عمران ایک بات سمجھ گیا کہ بیہوش ہونے کے بعد وہ اس اثر سے آزاد ہو گیا تھا جس کے تحت اس کے دل و دماغ پر عمران کو قتل کرنے کی خواہش سوار تھی۔

یہی وجہ تھی کہ اس نے جوزف کو ایک مکمل لائحہ عمل تیار کر کے دے

دیا تھا۔ اب عمران کا مستقبل جوزف پر منحصر تھا ـــــ خاص طور سے یہ بات اسے بار بار کچوکے لگا رہی تھی کہ کہیں پورٹر اس سے حقیقت نہ اگلوا لے اور اگر جوزف نے اپنی بے ہوشی کا تذکرہ کر دیا تو پھر۔

عمران کی سوچ و بچار کا سلسلہ اس آہٹ کو سن کر ٹوٹ گیا جو اچانک ہی تہہ خانے میں سنائی دی تھی۔

وہ جہاں تک آنکھوں کو گھما کر دیکھ سکتا تھا دیکھنے لگا۔

تہہ خانے کے انتہائی کونے میں اسے ایک روشن جگہ دکھائی دی اس سے قبل وہاں روشنی نہیں تھی اس لیے عمران کو یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ کوئی تہہ خانے میں داخل ہو رہا ہے۔

اس بات کی اطلاع بھی اسے جوزف ہی نے دی تھی کہ پورڑ نے سنگی اور چند مسلح آدمیوں کو اسے اٹھا لانے کے لیے روانہ کر دیا ہے۔

عمران نے بڑی ہوشیاری سے آئندہ لائحہ عمل طے کیا اور باآسانی ان کے ہاتھوں اس تہہ خانے تک پہنچ گیا۔

کیس کی شروعات سے ہی وہ لاکا بانا میں گھسنے کی کوشش کرتا رہا تھا لیکن بہت تلاش کے بعد بھی اسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ ایک دو مرتبہ اس خفیہ تہہ خانے تک پہنچ گیا جہاں جوا ہوتا تھا۔ جوئے خانے سے بھی اسے کوئی سراغ نہیں ملا تھا۔

اس نے کئی جواریوں، شرابیوں اور تہہ خانے تک رہنمائی کرنے والی لڑکیوں تک کو ٹٹولا لیکن ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے ہوٹل لاکا بانا میں کوئی اور ایسا تہہ خانہ نہیں ہے جہاں پورڑ کی موجودگی کا یقین کیا جا سکتا۔

عمران اس وقت بھی تہہ خانے کے دور افتادہ کونے کی طرف دیکھ رہا تھا جہاں اب ایک معمولی سی روشن لکیر دکھائی دیتی تھی ــــــ کوئی دبے پاؤں اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔

تہہ خانے میں آنے والے کے قدموں کی چاپ سنائی دے رہی تھی۔ اگر عمران کی جگہ کوئی عام آدمی ان حالات میں تہہ خانے میں موجود رہا ہوتا تو ڈر کے مارے اس کی گگھی بندھ گئی ہوتی۔

اندھیرے تہہ خانے میں قدموں کی قریب آتی ہوئی آہٹیں بڑی ہی خوفناک

اور پر اسرار محسوس ہو رہی تھیں۔

اور پھر چند ہی لمحوں بعد عمران کو ایک سایہ سا اپنے اسٹریچر کے قریب محسوس ہوا۔

باس ــــــــ!

عمران چونک پڑا کیونکہ یہ سرگوشی بلاشبہ جوزف ہی کی تھی۔

ہاں پیارے ــ یہ میں ہی ہوں۔ عمران نے مسکرا کر کہا۔

مجھے افسوس ہے باس یہاں روشنی نہیں کی جا سکتی۔ جوزف نے سرگوشی کی اور عمران پر جھک گیا۔ اس کا چہرہ عمران کے چہرے کے عین اوپر تھا اور اس کی شرابی سانسیں کسی دھونکنی سے نکلتے ہوئے ہوا کے جھونکوں کی طرح عمران کے چہرے سے ٹکرا رہی تھیں۔

ابے ہائیں ــــــ کیا بوسہ لینے کا ارادہ ہے۔

عمران نے سرگوشی کی۔

جواباً جوزف نے قہقہہ لگانے کی کوشش کی لیکن اگلے ہی لمحے اس کی آواز گھٹ گئی شاید اس نے فوراً ہی خود پر قابو پانے کے لیے منہ پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔

جلدی کھولو ــــــ بعد میں ہنس لینا۔

عمران کی ہلکی سی غراہٹ سنائی دی۔

جوزف نے ٹٹول کر تمام پٹیاں کھول دیں اور عمران اسٹریچر سے نیچے

آگیا دن بھر بند ہے رہنے کی وجہ سے عمران کا پورا جسم جیسے منجمد ہو کر رہ گیا تھا۔

جہاں جہاں پٹیوں کی بندش تھی وہاں تو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے جسم کا وہ حصہ بالکل سن ہو کر رہ گیا ہو۔

باس وقت بہت کم ہے ——— کسی بھی لمحے کوئی ادھر آ سکتا ہے۔

جوزف نے سرگوشی کی۔

ذرا رکو۔ ابھی چلتے ہیں۔

عمران نے سنجیدگی سے کہا اور چند مخصوص ورزشوں سے اپنے جسم کی اکڑن اور اعصابی کھچاؤ پر قابو پایا اور جوزف کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔ کیا تم نے دارلحکومت ٹیلی گرام دے دیا تھا۔

ہاں باس۔ جیسے ہی یہ لوگ تمہاری طرف روانہ ہوئے تھے میں نے کسی بہانے باہر نکل کر ٹیلی گرام دے دیا تھا۔

ہوں ——— اس وقت کیا بج رہا ہے۔

میں ایک بجے اس تہہ خانے میں اترا تھا۔

اوہ اس کا مطلب ہے وقت بہت کم ہے۔ ہمارے پاس صرف تین گھنٹے ہیں۔ تم نے پورٹر کے کمرے کا جائزہ لیا تھا۔؟

نہیں باس۔ لیکن اس دھوئیں کے انسان کی موجودگی کا کوئی بھروسہ نہیں۔ وہ جب چاہتا ہے جہاں چاہتا ہے پہنچ جاتا ہے۔ میں تو ابھی تک ان تہہ خانوں کو بھی اچھی طرح سے نہیں دیکھ سکا۔

ہوں ـــــــ عمران پر سوچ لہجے میں بولا۔
اس تہہ خانے کا تمھیں کس طرح علم ہوا تھا۔
یہ تہہ خانہ ان لوگوں کو ایذا پہنچانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جو پورٹر کے جوا خانے میں کوئی بد معاشی کرتے ہیں یا پھر پورٹر کسی سے کوئی بات اگلوانا چاہتا ہے۔ میں یہاں ایک دو مرتبہ آچکا ہوں۔
ٹھیک ہے ـــــــ اب تم مجھے پورٹر کے کمرے میں پہنچاؤ ویسے اس وقت پورٹر کے گروہ کے کتنے آدمی یہاں موجود ہیں؟
اس بات کا کوئی اندازہ نہیں۔ وہ بوقت ضرورت لوگوں کی خدمات حاصل کرتا رہتا ہے۔ ممکن ہے کچھ لوگ موجود ہوں لیکن میں سنگلی کے علاوہ اور کسی کو نہیں جانتا ـــــــ!
اور یہ سنگلی اس وقت کہاں ہے ـــــــ؟
اپنے کمرے میں۔ پورٹر نے سختی سے ہدایت کر رکھی ہے کہ رات بارہ بجے کے بعد کوئی اپنے کمرے سے باہر نہ نکلے ـــــــ!
ہوں۔ چلو اب میری رہنمائی کرو۔
عمران نے جوزف کا ہاتھ پکڑ لیا اور جوزف اسے لے کر تہہ خانے کے اس حصّے کی طرف چل دیا جہاں ایک روشن دروازہ صبحی دکھائی دے رہی تھی۔
تمھارے پاس ریوالور ہے ؟

ہاں ـــــ میں ایک تمہارے لیے بھی لیتا آیا ہوں۔
جوزف نے یہ کہہ کر ریوالور نکالا اور عمران کے حوالے کر دیا۔
عمران نے ریوالور جیب میں ڈال لیا اور دبے پاؤں تہہ خانے کے اس حصے میں پہنچ گیا جہاں سے سیڑھیاں اوپر جاتی تھیں۔ چھت میں ایک بڑا سا شگاف تھا جوزف تہہ خانے میں اترتے وقت اس راستہ کو تھوڑا سا کھلا ہی چھوڑ آیا تھا یہی وجہ تھی کہ وہ باآسانی وہاں تک پہنچ گئے تھے ورنہ جانے کب تک اس طویل وعریض تہہ خانے میں ٹھوکریں کھانا پڑتیں۔
تہہ خانے سے نکل کر وہ ایک ایسے کمرے میں آگئے جس میں روشنی ہو رہی تھی۔ یہاں پہنچ کر جیسے ہی جوزف کی نگاہ عمران کے چہرے پر پڑی وہ بری طرح چونک پڑا۔
عمران کا چہرہ ہلدی کی طرح زرد ہو رہا تھا۔ آنکھیں چڑھی ہوئی تھیں اور ایک ہونٹ پھٹا ہوا تھا جس سے خون رس رس کر اس کی تھوڑی پر جم گیا تھا۔
اک ـــ کیا انھوں نے تم پر بہت زیادہ تشدد کیا ہے باس ہ

جوزف کے لہجے میں درندگی تھی۔
ششش ـــ چلتے رہو وقت کم ہے۔
عمران نے اس کا ہاتھ دبا دیا۔
اس کمرے میں پہنچ کر عمران نے دیکھا کہ وہ ایک میز کے نیچے سے نکلے

تھے۔ گویا تہ خانے کا راستہ اس میز کے نیچے تھا۔ عمران نے میز کو حرکت دے کر راستہ بند کیا۔ اور جوزف کے پیچھے چل دیا۔

جوزف اس وقت تک اس کمرے کا دروازہ کھول کر باہر جھانک چکا تھا۔ کمرے سے نکل کر وہ ایک راہداری میں آ گئے۔

راہداری میں دبلے پاؤں چلتے ہوئے وہ ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں ایک طرف لفٹ کا دروازہ تھا۔ جوزف نے لفٹ کا دروازہ کھولا اور دونوں اندر داخل ہو گئے ____!

اندر داخل ہوتے ہی لفٹ کا خودکار دروازہ بند ہو گیا تھا۔ جوزف نے ڈائیل پہ چار نمبر کے خانے میں انگلی ڈالی اور اسے گھما دیا۔

جیسے ہی ڈائیل گھوم کر اپنی جگہ واپس پہنچا لفٹ ایک ہلکے سے جھٹکے کے ساتھ اوپر اٹھتی چلی گئی۔

یہ سفر زیادہ دیر نہیں جاری رہا۔

چند ہی لمحوں بعد لفٹ رک گئی اور دروازہ کھل گیا۔

دروازہ کھلتے ہی وہ ایک نیچی چھت والی راہداری میں پہنچ گئے۔ اور اس میں جھکے جھکے چل کر وہ ایک چھوٹے سے دروازے کے سامنے رک گئے۔

جوزف نے دروازہ کھولا اور عمران اس کے پیچھے ہی اندر داخل ہو گیا۔ اس کمرے میں بھی روشنی ہو رہی تھی لیکن عمران کو اس زرد رنگ کے کیبن کو گھور رہا تھا جہاں زرد رنگ کی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔

شیشے کا یہ کیبن کمرے کے کونے میں بنا ہوا تھا۔
کیبن میں آمدورفت کے لیے کوئی راستہ نہیں تھا اور نہ ہی کیبن میں کوئی چیز پڑی ہوئی تھی۔
عمران کیبن کے قریب پہنچا تو اس کی نگاہ عین درمیان میں بنے ہوئے اس چوکور ٹکڑے پر پڑی جو فرش سے قدرے ابھرا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔
باس۔
جوزف نے سرگوشی کی اور عمران ایک جھٹکے سے اس کی طرف مڑا اور قہر آلود نگاہوں سے اسے گھورنے لگا۔ پھر اس نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر جوزف کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔
جوزف نے اپنے ہونٹ سختی سے بھینچ لیے اور الجھی ہوئی نگاہوں سے عمران کی طرف دیکھنے لگا جو اس وقت بڑی دلچسپی سے کیبن کی طرف دیکھ رہا تھا۔

عمران نے کمرے کا بغور جائزہ لیا۔
ساخت سے یہ کمرہ ساؤنڈ پروف دکھائی دیتا تھا۔ ایک بات جو عمران نے کمرے میں گھستے ہی محسوس کی تھی وہ یہ کہ کمرے کی چھت خاصی نیچی تھی۔
پورٹر کے اس کمرے تک پہنچنے کے لیے انھوں نے جو راہداری استعمال کی تھی اس کی بناوٹ سے ہی عمران سمجھ گیا تھا کہ یہ خفیہ کمرہ دو منزلوں کے درمیان اس طرح بنایا گیا ہے کہ عام آدمی انتہائی غور و فکر کے بعد بھی اسے تلاش کرنے سے قاصر رہتا۔

کمرے میں کچھ زیادہ فرنیچر بھی نہیں تھا۔ ایک میز اور چار کرسیاں تھیں۔ دیواروں میں پیوست دو الماریاں تھیں جن کو کھول کر دیکھنے پر سوائے شراب کے اور کچھ نہیں ملا۔

عمران ایک مرتبہ پھر زرد کیبن کی طرف متوجہ ہو گیا۔

وہ حیران تھا کہ اس کیبن میں آمد و رفت کے لیے کوئی راستہ نہیں کیبن کے درمیان میں ابھرا ہوا چوکور حصہ البتہ اسے بار بار اپنی طرف متوجہ کر رہا تھا لیکن عمران کیبن میں کسی طور گھسنے کی راہ نہیں پا رہا تھا۔

اچانک اس کی نگاہ اس پورٹریٹ پر پڑی جو کمرے کی بائیں جانب دیوار میں آویزاں تھا۔

یہ ایک نیم برہنہ لڑکی کی تصویر تھی جس کا پیٹ کھلا ہوا تھا۔ پھولے ہوئے پیٹ کو دیکھ کر یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ وہ حاملہ تھی۔ تصویر میں نہ جانے کیا بات تھی کہ عمران کو جھرجھری سی آ گئی۔

اس نے خود پر قابو پایا اور تصویر کی طرف بڑھ گیا۔

تصویر کو دائیں بائیں کھڑے ہو کر دیکھا اور پھر جیسے ہی وہ فریم کو اتار کر کسی خفیہ میکنزم کے امکان کا جائزہ لینے لگا اس کی چھٹی حس نے اسے چونکنے پر مجبور کر دیا۔

وہ پھرتی سے مڑا اور چاروں طرف دیکھنے لگا۔

جوزف نے اسے اچھلتے دیکھا تو وہ بھی بدک گیا اور چوکنے شکاری کی طرح دائیں بائیں دیکھنے لگا ــــــ!

کیا بات ہے باس ــــــ؟ جوزف نے سرگوشی کی۔

میں محسوس کر رہا ہوں کہ کوئی ہمیں دیکھ رہا ہے۔ عمران نے سرگوشی کی اور تیزی سے فریم کو اتار کر دیوار کے اس حصے کو ٹٹولنے لگا جو فریم کے نیچے تھا۔

اس نے اس کیل کو مختلف سمتوں میں گھمانے کی کوشش کی لیکن اسے ناکامی ہوئی۔ وہاں واقعی کوئی خفیہ میکنزم موجود نہیں تھا۔

تمہاری ذہانت کا میں قائل ہوں عمران ——— لیکن تم اس وقت اپنے مقبرے میں موجود ہو۔

اچانک ایک سرسراتی ہوئی آواز سنائی دی اور ساتھ ہی سیٹیوں کا شور سنائی دینے لگا جیسے پہاڑ کی کھوہ میں ہوائیں سرسرا کر سیٹیاں بجا رہی ہوں۔

عمران اور جوزف دونوں ہی بیک وقت چونک پڑے۔ عمران نے پلٹ کر زرد کیبن کی طرف دیکھا جہاں اب زرد روشنی میں جھماکے ہو رہے تھے اور فرش سے کیبن کی چھت تک دھوئیں کا ایک مرغولہ لہرا رہا تھا۔

دھوئیں کے اس مرغولے میں پولڈ کی شبیہہ دکھائی دے رہی تھی ——— عمران نے پولڈ کے مسکراتے ہوئے چہرے کو دیکھا جس سے خباثت ٹپک رہی تھی۔

اگلے ہی لمحے وہ جھک جھک کر اسے فرشی سلام کر رہا تھا۔

اور تم گندے حبشی ——— میں نے تم پر اعتماد کر کے اپنی زندگی کی سب سے بڑی غلطی کی تھی ——— پولڈ اس مرتبہ جوزف سے مخاطب تھا۔

جوزف نے غرا کر ریوالور نکالا اور اس کا رخ زرد کیبن کی طرف کر دیا اس سے پہلے کہ وہ لبلبی دباتا عمران دہاڑا۔

نہیں جوزف ــــ فائر مت کرنا۔

جوزف نے تلملا کر پہلو بدلا اور ریوالور کی نال جھکا دی۔

ایک دفعہ مجھے تمہارے گھونسوں سے پالا پڑا تھا ــــ کک کیا تم ابھی یہاں نہیں آسکتے مجھے کچھ قبض کی شکایت ہو رہی ہے۔

ضرور لیکن میں اس وقت لاکا بانا کی عمارت کے گرد پھیلے ہوئے ان سینکڑوں فوجی جوانوں کو دیکھ رہا ہوں جنھیں غالباً تم نے ہی میری گرفتاری کے لیے بلا رکھا ہے۔

اوہ ۔ کک ۔ کیا وہ لوگ آگئے ۔ لعنت ہے ان پر ــــ میں نے انہیں ہدایت کی تھی کہ جب تک میں تمہارے ساتھ دو ایک راؤنڈ نہ کھیل لوں وہ لاکا بانا کے قریب بھی نہ پھٹکیں ــــ!

میں ایک مرتبہ پھر جا رہا ہوں عمران لیکن یاد رکھنا میں بہت جلد فیصلہ کن انداز میں تمہارے سامنے آؤں گا۔

تم کہیں نہیں جا سکتے پیارے۔

اوہ ۔ تم شاید اس غلط فہمی میں مبتلا ہو کہ میں لاکا بانا کی عمارت کے کسی تہہ خانے میں موجود ہوں ــــ نہیں ــــ میں تم سے سینکڑوں میل

؎ عمران اور گیبی لوپیڈ کی اس خوفناک اور دلچسپ لڑائی کے لیے دیکھئے۔ "گیبی پھندا"

رہوں عمران ـــــــ کیا تم میری سائنسی ترقی کی داد نہیں دو گے کہ میں سفر صرف پل بھر میں طے کر لیتا ہوں۔

مم ـ مت جاؤ ـــــــ میں تمھاری جدائی میں مر جاؤں گا پیارے ہی پوڈر ـــــــ مم ـــــــ گوڈر ـــــــ ارے کیا نام تمھارا ـ ؟

عمران پیشانی پہ ہاتھ مار کر اس کا نام یاد کرنے لگا لیکن اگلے ہی لمحے وہ بل پڑا۔

دھوئیں کا مرغولا زرد کیبن سے غائب ہو چکا تھا۔

باس ـ

جوزف چیخا اور عمران پھرتی سے پلٹ گیا اور اس کی نگاہیں سنگلی پر پڑیں وازے میں کھڑا پلکیں جھپکائے بغیر انہیں گھور رہا تھا۔ اس کے ہاتھ ایک عجیب وضع کی گن تھی۔

گن کا رُخ بلاشبہ ان دونوں کی طرف تھا۔

ہیلو کیچوے ـــــــ جوزف دانت نکال کر آگے بڑھا لیکن سنگلی کی ار سن کر اس کے قدم رک گئے۔ سنگلی نے بڑے جارحانہ انداز میں گن ٹں دے کر اسے رکنے کا اشارہ کیا تھا۔

ن پھینک کر خود کو میرے حوالے کر دو سنگلی۔

لران خونخوار لہجے میں غرایا۔

م دونوں اپنے بھیانک انجام کے لیے تیار ہو جاؤ۔

بکومت ۔ گن پھینک دو۔
لاکا باتا کی عمارت اس وقت آرمی کے سینکڑوں جوانوں کے گھیرے میں ہے
—— تم بچ کر نہیں جا سکتے۔
مجھے معلوم ہے —— لیکن اس کا حکم ہے کہ میں ان لوگوں کے لیے دائمی
کے مجسمے تیار کر دوں —— وہ نہیں چاہتا کہ اتنے آدمی دارالحکومت سے آئیں
اور بغیر کسی تحفے کے واپس چلے جائیں۔
ہوں —— عمران یہ کہہ کر دائیں ہاتھ کی دیوار کی طرف سرکنے لگا۔
جوزف بائیں طرف کھڑا تھا۔
سنگلی نے اسے حرکت کرتے دیکھا تو اس کے ہونٹوں پر بڑی سفاک
مسکراہٹ دوڑ گئی۔
خدا حافظ میرے دوست ——!
یہ کہہ کر اس نے گن کا بٹن دبا دیا۔
کئی چنگاریاں گن کے دہانے سے نکلیں اور عمران کی طرف بڑھیں۔
لیکن عمران وہاں کہاں تھا۔
وہ سنگلی کے بٹن دباتے ہی اپنی جگہ چھوڑ چکا تھا۔
چنگاریاں دیوار پر پڑیں اور وہاں شگاف ہو گیا۔
شاید سنگلی کو عمران سے اس قدر پھرتی کی توقع نہیں تھی وہ حیرت سے
پلکیں جھپکانے لگا۔ عین اسی وقت جوزف کسی طاقتور اسپرنگ کی طرح اچھلا اور
اس پر آرہا۔

وہ سنگلی کو رگیدتا ہوا دیوار تک لے آیا۔

گن اس کے ہاتھ سے نکل گئی تھی اور وہ دونوں ایک دوسرے سے لپٹے فرش پر لڑھکنیاں کھا رہے تھے۔

اچانک سنگلی چکنی مچھلی کی طرح پھسل کر جوزف کی گرفت سے نکل گیا ابھی وہ اٹھا ہی تھا کہ عمران کی لات اس کی پیٹھ پر پڑی وہ اوندھے منہ فرش کی طرف بڑھا لیکن فرش پر گرنے سے پہلے حیرت انگیز حد تک اس کا جسم لچک کر لہرایا اور وہ دوبارہ کھڑا ہو گیا۔

جوزف بھی اس وقت تک اچھل کر کھڑا ہو گیا تھا اور اب خونخوار نگاہوں سے سنگلی کو گھور رہا تھا جو بڑی پھرتی سے کبھی عمران اور کبھی جوزف کی طرف دیکھ رہا تھا۔

دفعتاً وہ زمین سے کچھ اوپر اچھلا اور پھر اڑتا ہوا عمران پر آ رہا۔ عمران پھرتی سے الگ ہٹ گیا۔

اس سے پیشتر کہ سنگلی کی فلائنگ کک جوزف کے سینے پر پڑتی اس نے الگ ہٹ کر اس کی دونوں ٹانگیں پکڑ لیں۔

سنگلی فرش پر گرتے ہی اس کی طرف اچھلا تھا۔

جوزف نے اس کی دونوں ٹانگیں پکڑ رکھی تھیں اور سر کے اوپر دائرے کی شکل میں گھما رہا تھا۔

عمران حیرت سے جوزف کی طرف دیکھنے لگا جس کا دہانہ کسی درندے ہی کی طرح جھاگ دار ہو رہا تھا۔

جوزف نے سنگلی کو فضا میں چکر دینے کے بعد پوری قوت سے فرش پر دے مارا لیکن یہ کیا۔

سنگلی حیرت انگیز طریقے سے دوہرا ہوگیا تھا اور اب وہ جوزف کے دونوں ہاتھوں کو پکڑ کر اپنی ٹانگیں چھڑانے کی کوشش کر رہا تھا اور جوزف کو اپنی کلائیوں کی فکر لاحق ہوگئی۔

سنگلی کے استخوانی سے ہاتھوں میں نہ جانے کتنی طاقت تھی کہ جوزف کو اپنی کلائیاں ٹوٹتی ہوئی محسوس ہونے لگیں۔

اس نے اپنا دائیاں گھٹنا پوری قوت سے اٹھایا اور سنگلی کی پیٹھ میں مار دیا۔ سنگلی کی گرفت لمحہ بھر کے لیے ڈھیلی ہوئی اور جوزف نے پوری قوت سے ایک ٹکر اس کی ناک پہ جمائی۔

ٹکر لگنے وقت اس نے سنگلی کی ٹانگیں چھوڑ دی تھی اس لیے سنگلی اس کی کلائیوں کو چھوڑ کر کراہتا ہوا فرش پہ گر گیا۔ لیکن اس سے قبل کہ عمران یا جوزف میں سے کوئی ایک اس کے ارادے سے آگاہ ہوتا وہ تیزی سے فرش پر لہرایا۔

پھسلتا ہوا وہ جین گن کے قریب جا پہنچا اور پھر اس نے جس قدر پھرتی سے گن اٹھا کر پوزیشن لی تھی اسے دیکھتے ہی عمران کے منہ سے بے ساختہ واہ نکل گئی۔

عمران اس وقت زرد کیبن کے سامنے کھڑا تھا۔
سنگلی نے اس کی طرف دیکھا اور ایک مرتبہ پھر گن کا بٹن پریس کر دیا۔

چنگاریاں سی نکل کر عمران کی طرف لپکیں۔
عمران نے جست لگائی اور دائیں طرف لڑھکتا چلا گیا۔
گن سے نکلی ہوئی چنگاریاں زرد کیبن کی شیشے کی دیوار پر پڑیں۔ اور ایک کان پھاڑ دھماکا ہوا۔
جہاں چنگاریاں گری تھیں وہاں ایک شگاف ہو گیا تھا اور شگاف سے گرم گرم۔ سُرخ سُرخ ——— لاوا سا بہہ کر کمرے میں گرنے لگا۔ کیبن میں اب بھی مسلسل دھماکے ہو رہے تھے۔
بھاگو ——— عمران نے جوزف کو کہا اور خود تیزی سے اِدھر اُدھر دیکھا لیکن سنگلی کا نام و نشان تک نہ تھا۔
عمران نے دروازے کی طرف دوڑ لگائی اور جوزف کے عقب میں دوڑتا ہوا لفٹ تک پہنچا اور تیزی سے لاکا بانا کے گراؤنڈ فلور پر پہنچ گیا۔
وہ بڑی افراتفری کے عالم میں لفٹ سے باہر نکلا اور پھر دوڑتا ہوا عمارت سے باہر آ گیا۔
عمارت کے باہر ایک ملٹری جیپ کھڑی تھی جس میں باوردی کیپٹن بیٹھا عمارت کی طرف دیکھ رہا تھا۔
عمارت سے جس قدر دور بھاگ سکتے ہو بھاگ چلو آفیسر ——— عمران نے چلا کر کہا اور خود اچک کر جیپ میں سوار ہو گیا۔ جیپ تیزی سے ایک طرف روانہ ہو گئی۔
ابھی وہ عمارت سے نصف فرلانگ دور پہنچے ہوں گے کہ ایک

زبردست دھماکہ سنائی دیا۔ جیپ الٹتے الٹتے بچی ——— عمران نے لاکابا کی عمارت کی طرف دیکھا اور کانپ گیا۔

عمارت جہنم کا نمونہ بنی ہوئی تھی ——— ہر طرف شعلے ہی شعلے تھے۔ اور دھماکے بار بار ہو رہے تھے لیکن وہ انسانی چیخیں اور کراہیں اتنی دلخراش تھیں جو لوگ عمارت سے قریب تھے یا عمارت میں ہی تھے ان کے پرخچے اڑ گئے۔



گزشتہ رات بھر نہیں سو سکی تھی۔
صبح سویرے ہی وہ سرائے میں بھاگ دوڑ محسوس کر کے اٹھ گئی۔
جلدی جلدی نیچے پہنچی تو ہال آباد دکھائی دیا۔ اس کی بوڑھی ماں رتنا کاؤنٹر پر بیٹھی ہوئی تھی لیکن اس کا چہرہ اترا ہوا تھا۔

اوہ ممی ——— کیا بات ہے؟ یہ سب لوگ کیوں گھبرائے گھبرائے سے ہیں۔

وہ لپک کر رتنا کی طرف بڑھی لیکن اگلے ہی لمحے چونک کر رک گئی۔ دروازے میں پرنس آف ڈھیب دکھائی دے رہا تھا۔ اس کے ساتھ باوردی ملٹری آفیسر تھے۔

وہ لوگ ہال میں ایک میز کے گرد بیٹھ گئے تو گریشیا بھاگم بھاگ جمال کے کمرے میں پہنچی اور چند ہی منٹوں کے بعد جمال اور وہ عمران کی میز کے قریب کھڑے ہوئے تھے۔

آؤ ــــــ بیٹھو ــــــ عمران نے مسکرا کر جمال کی طرف اشارہ کیا۔

وہ لوگ کل آپ کو اٹھا کر لے گئے تھے پرنس۔

ہاں ــــــ میرے پاؤں میں کچھ تکلیف تھی اس لیے میں چل کر نہیں جا سکتا تھا ــــــ عمران نے اطمینان سے جواب دیا اور گریشیا لوکھلا کر بغلیں جھانکنے لگی۔

میرا خیال ہے جناب آپ ہمیں مکمل تفصیل سے آگاہ کر دیں۔ ایک آفیسر نے مسکرا کر عمران سے کہا۔

عمران ایک ٹھنڈی سانس بھر کر گریشیا کی طرف دیکھنے لگا۔

اگر تم تفصیل سے ایک کپ کافی پلاؤ تو میں واقعات کی تفصیل سنانے کے لیے تیار ہوں۔

گریشیا نے ویٹر کو اشارے سے بلایا اور کافی لانے کے لیے کہا۔

بڑی دیر سے چیونگم کا نشہ ستا رہا تھا اس نے عمران نے پہلے تو دو ایک پیس منہ میں ڈالے پھر دھیرے دھیرے کچل کر بولنے لگا۔

کیمسٹری میں ڈاکٹریٹ کرنے کے بعد ڈاکٹر جارج، ڈاکٹر اسلم اور ڈاکٹر جیلانی نے ایک مشترکہ ریسرچ ڈیپارٹمنٹ کھول لیا۔ اگرچہ اس سلسلے میں انہیں حکومت کا تعاون حاصل نہیں تھا تاہم وہ اپنے طور پر ایک نظریے

پر ریسرچ کرنے لگے۔

اس وقت دوسری جنگ عظیم کی تباہ کاریاں عام تھیں۔ روز سینکڑوں سپاہیوں کی لاشیں ان کے گھروں میں واپس بھجوائی جاتی تھیں۔

ڈاکٹر جارج نے اپنا نظریہ جب دونوں دوستوں کے سامنے پیش کیا تو وہ اسے دیوانہ سمجھ کر ہنسنے لگے لیکن جب جارج نے چند ٹھوس دلائل پیش کیے تو ان کے منہ حیرت سے کھل گئے۔

انسان برسوں سے موت پر فتح پانے کے خواب دیکھتا چلا آیا ہے۔ جارج کا خواب بھی کچھ ایسا ہی تھا ——— اس نے کسی نہ کسی طرح سے ایک لاش حاصل کی اور پھر اس پر تجربات کرنے لگا۔

مختلف تجربات اور برسوں کی ریسرچ کے بعد وہ ایک خاص نقطے پر پہنچ گیا۔ اس نے ایک قریب المرگ شخص کو جیلانی کے سامنے پیش کیا اور اسے مجبور کیا کہ اسے ہپناٹائز کر دے۔

چونکہ ان تینوں میں صرف جیلانی ہی ہپناٹزم کا ماہر تھا اس لیے اس نے اس مرتے ہوئے آدمی کو اپنے اثر میں لے لیا۔ کچھ دیر بعد وہ شخص مر گیا تو جیلانی نے اسے بیدار ہونے کا حکم دیا۔

مردہ یک دم اٹھ گیا اور زندہ حالت میں ان کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ ان کی باچھیں خوشی سے کھل گئیں لیکن جلد ہی انہیں ایک حیرت انگیز منظر سے دوچار ہونا پڑا۔ وہ شخص تھوڑے ہی عرصہ بعد بالکل موم کی طرح نرم ہو گیا اور پھر پگھلنے لگا۔

جیلانی اس واقعہ سے بد دل ہو گیا۔

جارج نے اس سیال کو ایک بوتل میں محفوظ کر لیا اور تجربات جاری رکھے۔ اچانک ایک روز جیلانی کو محسوس ہوا کہ اس کے دونوں ساتھیوں کا رویہ اس سے کچھ بدلا بدلا سا ہے۔

وہ چونکا اور چھپ کر ان کی نگرانی کرنے لگا۔

ایک روز اس نے دونوں کو اپریشن روم میں دیکھا۔ جارج نے ٹیبل پر ایک لاش لٹا رکھی تھی۔

جیلانی نے دیکھا کہ جارج نے بوتل سے نکال کر کوئی سیال سرنج میں بھر لیا اور پھر اسے مردے کے بازو میں انجیکٹ کر دیا۔

چند لمحوں بعد مردہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

لیکن وہ زیادہ عرصہ تک زندہ نہیں رہا۔

جیلانی سمجھ گیا کہ دونوں اس سے الگ ہو گئے ہیں اس کی وجہ اگرچہ خود اس کی سمجھ میں نہیں آئی لیکن جارج اور اسلم دونوں ہی اس کی تخریبی ذہنیت سے واقف تھے اس لیے انھوں نے اسے فارمولے کی ہوا تک نہیں لگنے دی۔

اچانک عجیب قسم کے حالات رونما ہوئے اور یہ تینوں دوست ایک دوسرے سے بچھڑ گئے۔

ڈاکٹر اسلم اور جارج نے فارغ التحصیل ہوتے ہی شادی کر لی تھی۔ انھوں نے اپنے دوستی کے رشتے کو مزید مضبوط کرنے کے لیے بچوں کی

شادی کا پروگرام بنایا۔ ستم ظریفی قدرت کی کہ اسلم کی بیوی سال بھر بعد ہی ایک حادثے کا شکار ہوگئی۔

چونکہ اسلم کو اپنی بیوی سے بہت محبت تھی اس لیے اس نے دوسری شادی نہیں کی بلکہ اپنے بھانجے کی شادی جارج کی بیٹی سے کر دی۔

وہ دونوں ابھی بچے ہی تھے کہ ایک مرتبہ پھر انہیں ایک دوسرے سے جدا ہونا پڑا۔

ادھر جیلانی ان کی تلاش میں تھا۔ وہ ایک روز اسلم سے اچانک مل گیا ——— بس پھر کیا تھا اس نے فارمولے کے حصول کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دی لیکن اسے ناکامی ہوئی۔

چونکہ وہ بے تحاشہ شراب نوشی کا عادی تھا اس لیے ایک روز اس کے منہ سے ایک پبلک پلیس پر اس فارمولے کے بارے میں چند باتیں نکل گئیں جو کسی رپورٹر کے کانوں تک پہنچ گئیں۔

وہیں سے رپورٹر مارٹینولینڈ روانہ ہوگیا کیونکہ ان دنوں ڈاکٹر اسلم یہاں آیا ہوا تھا۔

جارج نے فارمولا اسلم کے حوالے کر دیا تھا اور جیلانی کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لیے یہ سرائے کھول کر بیٹھ گیا اور یہ مشہور کر دیا کہ وہ اپنی تمام سائنسی مصروفیات ترک کر چکا ہے۔

قریبی حلقے کے چند لوگوں کے سوا کوئی یہ جانتا تک نہیں تھا کہ جارج کبھی سائنس سے بھی دلچسپی رکھتا رہا ہے۔

لیکن آپ کو کس طرح معلوم ہوا کہ پورٹر دارالحکومت سے یہاں اس مقصد کے لیے آگیا ہے ـــــ؟

ایک آفیسر نے سوال کیا۔

در اصل ان دنوں پورٹر اور مجھ میں ایک دھوبن کے سلسلے میں رقابت چل نکلی تھی اس لیے میں اس کے پیچھے رہتا تھا اور کبھی وہ میرے پیچھے۔

کیا مطلب ـــــ؟

کیا عشق و محبت کا معاملہ تھا۔

آفیسر نے حیرت سے عمران کا جائزہ لیا۔

یہ آپ نے کیسے جانا ـــــ؟

عمران پلکیں جھپکا کر اسے دیکھنے لگا۔

ابھی تو آپ کہہ رہے تھے کہ ایک دھوبن کے سلسلے میں رقابت کا چکر شروع ہو گیا تھا۔

لاحول ولا ـــــ بھائی وہ میرے کپڑے سستے داموں دھو دیتی تھی۔ بس یہی وجہ تھی ـــــ عمران نے بوکھلا کر جواب دیا اور سب ہنسنے لگے۔

لیکن پرنس وہ کاغذات اب کہاں ہیں ـــــ؟

گریشیا نے پوچھا۔

وہ اب بھی جمال کے کمرے میں ہیں ـــــ میں نے انہیں ایک صوفے سے نکال کر دوسرے صوفہ میں منتقل کر دیا تھا۔

عمران نے انکشاف کیا۔

اور جمال اچھل کر کھڑا ہو گیا۔
لیکن عمران نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔
نہیں برخوردار۔ اب وہ کاغذات حکومت کی تحویل میں دے دیئے جائیں گے۔ تمہیں تمہاری بیوی مل گئی اسی پر اکتفا کرو۔ گریشا نے شرما کر سر جھکا لیا اور جمال ہنسنے لگا۔
اور وہ پتھر کی لاشیں ــــــ؟
دراصل گیبی پورٹر ایک عظیم سائنسدان ہے لیکن نہ جانے کیوں وہ تخریبی راہوں پر نکل گیا ہے ــــــ وہ اس کا ایک معمولی سا سائنسی شعبدہ تھا جس سے گوشت میں پتھر کی سی سختی پیدا ہو جاتی ہے اور گوشت کی رنگت بھی تقریباً پتھر ہی کی طرح بدل جاتی ہے۔
لیکن پرنس آپ ان معاملات میں کہاں سے آکودے تھے ــــــ؟
گریشا نے سوال کیا۔
کیا بتاؤں ــــــ مجھے دوسروں کے پھٹے میں ٹانگ اڑانے کا بچپن ہی سے شوق ہے بس اسی شوق کے ہاتھوں خوار ہوں آج تک۔
آپ کے شوق بھی عجیب ہیں ــــــ اور وہ رات کو گیارہ بجے طوفانی موسم میں آوارہ گردی کس ضمرے میں شامل ہے۔
وہ ــــــ وہ تو بس یوں ہی ــــــ سنا ہے رات کی چہل قدمی سے نظر تیز ہو جاتی ہے اور آدمی عمر کے آخری حصے میں الو بن جاتا ہے۔
سب ہنسنے لگے۔

لیکن پرنس ایک بات کا علم مجھے آج تک نہیں ہوسکا آپ جاتے تو سیدھے راستے سے تھے اور پھر میں خود دروازہ بند کر دیتی تھی لیکن صبح آپ کو ہمیشہ آپ کے کمرے سے باہر نکلتے دیکھتی تھی ـــــــ یہ کیا اسرار تھا

ارے باپ رے ـــــــ عمران منہ پیٹتا ہوا بولا ـــــــ مجھے سس ـــــــ سردی لگنے لگی ہے۔

کیوں ـــــــ ؟

گریشیا حیرت سے اسے گھورنے لگی۔

مم۔ میں عقبی پائپ کے سہارے اپنے کمرے میں پہنچ جاتا تھا

اف کتنا ٹھنڈا پائپ ہوتا تھا ـــــــ عمران دانت پر دانت جما کر بولا اور پھر یوں کانپنے لگا جیسے اسے تپ لرزاں ہو گیا ہو۔